پیام رساں اُمت (قسط۔۵)

(حضرت مولانا محمد اشرف صاحب سلیمانی نوراللہ مرقدہٗ)

دونوں طبقات کی دینی ذمہ داریاں :

غرض علماء امت پر اصلاً اور عامۃ المسلمین پر تبعاً علم دین کا حصول، اس پر عمل اور اس کی دعوت اپنے اپنے مقام اور علم کے مطابق لازم ہے۔ ہم نے امت کے ان دو طبقات کے متعلق جو عرض کیا۔ امام غزالیؒ کی ایک تحریر سے اس کی مزید وضاحت ہو جائے گی:

” اعلم ان کل قاعد فی بیته اینما کان فلیس خالیا فی هذا الزمان عن منکر من حیث التفاعد عن ارشاد الناس و تعلیمهم و حمل علی المعروف فا کثر الناس جاهلون بالشرع فی شروط الصلوٰة فی البلاد فکیف فی القریٰ والبوا دی ومنهم الا عراب والا کراد و الترکما نیة و سائر اصناف الخلق و واجب ان یکون فی کل مسجد و محلة من البلد فقیه یعلم الناس دینهم و کذا فی کل قریة وواجب علی کل فقیه فرغ من فرض عینه و تفرغ لفرض الکفایة ان یخرج الیٰ من یجاور بلده من اهل السواد ویعلمهم دینهم و فرائض شرعهم . امام العالم فلتقصیره فی الخروج واما الجاهل فلتقصیره فی ترک التعلم و کل عامی عرف شروط الصلوٰة فعلیه ان یعرف غیره والّا فهو شریک فی الاثم ومعلوم ان الانسان لا یولد عالمًا بالشرع وانما التبلیغ علیٰ اهل العلم فکل من تعلم مسئلة واحدة فهو من اهل العلم بها . ولعمری الاثم علی الفقهآء اشد لان قدر هم فیه اظهر و هو بضاعتهم الیق لان المتحرفین لوترکوا حرفتهم لبطلت المعاش فهم قد تقلدو وامرالابد منه فی صلاح الخلق ، وشان الفقیه و حرفته تبلیغ ما بلغه عن رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم و فان العلماء هم ورثة الانبیاء

..ولا یسقط الخرج ما دام یبقی علیٰ درجه الارض جاهل بفرض من فروض دینه وهو قادر علیٰ ان یسعی الیه بنفسه او لغیره فیعلمه فرضه .... ولا یتقدم علیٰ هذا الافرض عین او فرض کفایة هو اهم منه''

(احیاء العلوم الدین ج ۲ ص ۳۳۶، ۳۳۷)

ترجمہ: یہ بات سمجھ لو کہ اس زمانے میں جو شخص جہاں بھی گھر میں بیٹھا ہوا ہے لوگوں کو ارشاد و تعلم اور نیکی پر آمادہ کرنے سے قاصر رہنے کی بنا پر گناہ گار ہے۔ حالت یہ ہے کہ اکثر لوگ شہروں تک میں نماز کی شرعی شرائط سے جاہل ہیں۔ پس اسی سے اندازہ لگایئے کہ دیہات اور صحراؤں اور بدوی، کرد، ترکمان اور دیگر انسانی طبقات کا کیا حال ہوگا۔ شہر کی ہر مسجد و محلّہ میں ایک فقیہہ (یا عالم) کا ہونا واجب ہے جو لوگوں کو دین کی تعلیم دیتا رہے۔ اسی طرح ہر گاؤں میں بھی ایک عالم کا ہونا واجب ہے اور جو عالم بھی اپنے فرض عین سے فارغ اور فرضِ کفایہ کے لئے فرصت رکھتا ہو اس پر واجب ہے کہ اپنے شہر کے آس پاس کے بستیوں میں جا جا کر لوگوں کو دین کی باتوں اور شریعت کے فرائض کی تعلیم دیتا رہے۔ اس بارے میں عالم کا قصور (ارشاد و تعلیم) کے لئے نہ نکلنا ہے اور عامی کا قصور علم نہ حاصل کرنا ہے اور ہر وہ عامی جو نماز کی شرائط کو جانتا ہو اس پر لازم ہے کہ وہ دوسرے کو بتائے ورنہ وہ بھی گناہ میں شریک ہوگا اور یہ بات معلوم ہے کہ انسان شریعت کا عالم پیدا نہیں ہوتا ہے اور تبلیغ اہل علم پر واجب ہے اور جس شخص نے ایک مسئلہ بھی سیکھا ہے وہ اس مسئلہ کا عالم ہے اور فقہاء (علماء) عدم تبلیغ پر بہت زیادہ گناہگار ہوتے ہیں کیونکہ وہ اس کام کی زیادہ قدرت رکھتے اور اسے بہت اچھی طرح انجام دے سکتے ہیں۔ دوسرے کاروباری لوگ اگر بالکلیہ اپنے اپنے کاموں کو چھوڑ کر اس میں لگ جائیں تو معاشی ابتری پھیل جائے جو انہوں نے اپنی ذمہ لی ہے اور وہ مخلوق کی معاشی درستی کے لئے ناگزیر ہے (اس کے برعکس) عالم یا فقیہ کی تو خاص شان اور پیشہ ہی یہی ہے کہ جو کچھ اسے رسول اللہ ﷺ سے پہنچا ہے اسے دوسروں تک پہنچاتا رہے کہ (یہی وہ کام ہے) جس کی وجہ سے علماء انبیاء کے وارث ہیں اور جب تک روئے زمین پر ایک انسان بھی کسی

ایک دینی فرض سے جاہل رہے گا اور عالم کو قدرت ہوگی کہ خود جاکر یا دوسروں کے ذریعہ اس کو بتلائے تب تک وہ اپنی ذمہ داری سے سبکدوش نہ قرار پائے گا۔ اس کام کی ذمہ داری سے تب ہی سبکدوشی ہوسکتی ہے جب اس کام سے بڑھ کر کسی فرض عین یا اہم واقدم فرض کفایہ میں مشغول ہو۔

موجودہ دور میں ہر دو طبقات کیا کرسکتے ہیں؟

آج بھی ان دونوں طبقات کی ہمت و جرأت اور محنت و کوشش دین کی نشأۃ ثانیہ کا سبب بن سکتی ہے۔

۱۔ بحمد اللہ تعالیٰ اس وقت عالمِ اسلام میں علماء و مشائخ کی اتنی تعداد موجود ہے کہ اگر وہ انبیاء علیہم السلام کے وارث ہونے کے لحاظ سے صرف طالبین ہی کو علم و مسائل سے آگاہ نہ کریں بلکہ بے طلبوں، ناواقفوں اور بے دین طبقہ میں بھی طرزِ نبوت کے مطابق دعوت و تبلیغ کے فرائض ترتیب و تنظیم، حکمت و شفقت، دردو فکر سے انجام دیں تو پورے عالم میں روحانی انقلاب کی بنیاد ڈالی جاسکتی ہے۔ اس کے لئے بے مزدو حسبۃً **لا اسئلکم علیہ اجرًا ان اجری الا علی اللہ** (بغیر مزدوری کے صرف اللہ تعالیٰ کے لئے) کے اجماعی نبوی جذبہ کے ساتھ دین کے داعیانہ جذبہ کی ضرورت ہوگی۔ بحمد اللہ آج معلمانہ اور مشیخیت کا رخ تو باقی ہے لیکن داعیانہ اور مبلغانہ عزم و ہمت شاذ ہے۔ ضرورت ہے کہ ہمارے مدارس اور خانقاہیں طلباء میں تعلیم و تربیت کے ساتھ دعوتی داعیہ کے احیاء کی بھی کوشش کریں کہ علماء کا اتفاق ہے کہ علم کا بڑا مقصد اپنے عمل کے علاوہ تبلیغ و ارشاد بھی ہے اس کے لئے طلباء کی ذہنی تربیت اور انبیاء علیہم السلام، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور داعیانِ حق کے دعوتی کارناموں اور مبلغانہ زندگی کا بغور مطالعہ ضروری ہوگا۔ مزید برآں انبیاء علیہم السلام کے اصول دعوت و طرز تبلیغ و ارشاد کا علم و عمل لازم ہوگا ضرورت ہے کہ شروع ہی سے طلبہ میں جہد و مشقت اور دعوت کے عملی پہلو کو زندہ کیا جائے۔ اس سلسلہ میں انفرادی امر بالمعروف و نہی عن المنکر کا اہتمام کیا جائے اور دور نبویؐ اور عصر صحابہؓ کی طرح جماعتیں بنا بنا کر گرد و نواح میں دعوت و تبلیغ

کے لئے اساتذہ کی نگرانی میں بھیجی جائیں کہ نبوی دعوت وتبلیغ کا ایک اہم اصول وغرض نفر(باہر نکلنا) تھا۔ بے طلبوں اور ناواقفوں میں جب یہ طبقہ دین کی بات پہنچائے گا تو اس کے یقیناً دو فائدے مرتب ہوں گے۔ ایک تو ان کی اپنی دعوتی مشق ہوگی وہ عوام کے مسائل ان کی دینی تقاضوں سے واقف اور تبلیغ کے عملی پہلو سے آگاہ ہوں گے۔ دوسری طرف عامۃ الناس میں دینی شعور بیدار ہوگا۔ علماء وطلبہ سے ان کا رابطہ قائم ہوگا اور اسلامی تقاضوں سے آشنا ہو کر دینی زندگی کے گزارنے والے بنیں گے۔ غالباً یہ کہنا بے محل نہ ہوگا کہ جملہ انبیاء علیہم السلام کا طرز دعوت یہی ارشاد ووعظ کا طریقہ اور بے طلبوں میں جا کر دین کی بات پہنچانا تھا۔ اس سنت کی ادائیگی سے نہ معلوم کتنے اللہ کے بندے ہدایت سے ہمکنار ہو جائیں گے۔ یہ بات ضروری ہے کہ عمومی دعوت میں مختلف فیہ اور نزاعی مسائل کو نہ چھیڑا جائے بلکہ متفق علیہ باتوں اور بنیادی امور پر اکتفا کی جائے۔ اختلاف کو مخالفت کا رنگ نہ دیا جائے۔ انبیاء علیہم السلام کے اصول دعوت کا تتبع واتباع ہر قدم پر ضروری ہے۔

۲۔　　عامۃ الناس کے پڑھے لکھے اوران پڑھ طبقہ کو دین سے آشنا کرنے کے لئے ایک اہم تقاضا مسجد کے مرکزی وتربیتی نظام کا احیاء ہے۔ عصر سعادت میں مسجد ہی ہمارا اجتماعی دینی مرکز تھا۔ جہاں علم وذکر کے حلقے، دعوت وتبلیغ کی مجالس، عبادت وعبودیت کی فضائیں امت کی ذہنی وفکری، علمی وعملی تربیت کی کفیل ہوتی تھیں۔ ہر مسجد بیک وقت مدرسہ بھی تھی، خانقاہ بھی تھی، دارالتربیۃ بھی تھی، دارالدعوۃ بھی تھی، ضرورت ہے کہ مسجدوں میں ہمارا اہل فکر طبقہ تعلیم وتدریس، دعوت وتبلیغ کا نظم کرے جو جاننے والے ہیں، وہ ناواقفوں کو سکھائیں۔ جو ناواقف ہیں وہ علم والوں سے استفادہ کریں۔ جو مسجد میں نہیں آتے انہیں ترغیب وتشویق سے مساجد میں لایا جائے۔ دین کی اہمیت عبادات کا وزن، اعمال کی قیمت، اخلاق کی پاکیزگی، معاملات کی صفائی معاشرت کی درستگی بتائی جائے اور مسلمان ہونے کی حیثیت سے دینی تقاضوں، دعوت وتبلیغ اور امت کے فریضۂ منصبی کی ادائیگی کے لئے ایثار وقربانی معاشرہ کی اصلاح اور امت کی فلاح کے لئے متفکر کیا جائے۔ ہر مسجد

اپنے محلّہ اور پھر قرب ونواح کے علاقے میں دعوت وتبلیغ وامر بالمعروف ونہی عن المنکر کا فریضہ انجام دے رہی ہو۔غرض مسلمان بننے اور بنانے کے جوشرعی حکیمانہ ومعقول طریقے ہوں۔ان کے سمجھنے سمجھانے اور عام کرنے اور اسے وظیفہ زندگی بنانے کے لئے پوری سعی کی جائے تاکہ امت پھر سے اپنے کو پہچانے اور حضرت محمد ﷺ کے اعمال ودعوت کو اپنا کر حیات تازہ سے سرفراز ہو۔کیا قیامت ہے کہ وہ داعی امت جو اس قدر عظیم ذمہ داریوں سے گرانبار ہے، اپنے مقصد کو بھلا کر، اپنے فرائض منصبی ووظائف ملی سے غافل ہو کر دنیا کے سفلی تقاضوں میں ایسی الجھی کہ داعی کے بجائے مدعو اور امام ومتبوع سے تابع اور مقتدی بن کر رہ گئی۔

ے　　رو رہی ہے آج اک ٹوٹی ہوئی مینا اسے
کل تلک گردش میں جس ساقی کے پیمانے رہے

موجودہ دینی انحطاط اور اس کا بڑا سبب :۔

موجودہ دور میں ملتِ اسلامیہ پورے عالم میں جس دینی انحطاط واضمحلال کا شکار ہے اس کی مثال پوری تاریخ اسلامی میں نہیں ملتی

ے　　متاع دین ودانش لٹ گئی اللہ والوں کی
یہ کس کافر ادا کا غمزۂ خونریز ہے ساقی

امت جب زندہ تھی اور اپنے فرائض منصبی دعوت الیٰ اللہ، امر بالمعروف، نہی عن المنکر اور ہدایت رسانی خلق کی ادائیگی میں مصروف ومشغول تھی۔دگر اقوام وملل، اسلام کی حقانیت اور داعیانِ حق کے اخلاق واعمال سے متاثر ہو کر جوق در جوق اور گروہ در گروہ اسلام میں داخل ہوتی تھیں اور ''یدخلون فی دین اللہ افواجا'' کا منظر پیش کرتی تھیں۔ان کا تازہ خون امت کی رگوں میں دوڑتا تھا اور یہ لافانی اور جاودانی امت حیات تازہ پاتی تھی۔بارہا سیاسی فاتحین کو امت کے داعیانہ مزاج اور تبلیغی جہد وہمت اور روحانی تصرفات ومزایا نے مفتوح اور دین کا خادم بنا دیا جس کی سب سے نمایاں اور مشہور مثال تاتاری ومنگول ہیں۔جو دولِ اسلامیہ اور خلافتِ عباسیہ کی اینٹ

سے اینٹ بجادینے کے کچھ عرصہ بعد اسلام کے دعیانہ اثر سے مسلمان ہوتے ہیں۔اور ترکانِ عثمانی اور ترکانِ تیموری کے نام سے پانچ سوسال تک اسلام اور مسلمانوں کا پرچم بلندرکھتے ہیں۔

جب سے امت کا دعوتی اور ملی شیرازہ بکھرا اور امت اپنے منصب اور اس سے پیدا شدہ تقاضوں اور مسائل کو بھلا بیٹھی اور اپنے آپ کو دنیا کی عام اقوام کی طرح ایک قوم سمجھنے لگی اس کے شاہوں اور حکمرانوں نے تاج دباج وخراج کو مقصود گردانا،علماء ومشائخ نے عزلت نشیبی اور مخصوص حلقوں میں تعلیم اور طالبین کی اصلاح پر اکتفا کرلی۔عام امت نے غفلت وقعود کو شعار بنالیا۔امت بانجھ ہوگئی اقوام کا داخلہ اسلام میں من حیث الجماعۃ بند ہوگیا بلکہ پوری امت پر مردنی چھاگئی۔ مسلمان یقینی عقائد میں تزلزل اور کردارو اعمال کی خرابی کا شکار ہوگئے۔کہ امت کا نفسِ ناطقہ،اس کا ایمانی شعور،اس کا دینی ذمہ داری کا احساس اور اس کا داعیانہ حاسہ تھا۔جس کی پژمردگی نے اس باغ کو مرجھا کر رکھ دیا۔

ے آہ! سینہ اش بے سوز و جانش بے خروش
او سرافیل است و صور او خموش

ترجمہ: آہ! اس کا سینہ سوز سے خالی اور جان جوش سے عاری ہے۔یہ اسرافیل ہے لیکن اس کی صور اور بانسری خاموش ہے۔

امت کی اس غفلت وکوتاہی اور فرض ناشناسی کا نتیجہ یہ ہوا کہ پورا عالم اسلامی قیادت وامامت،الٰہی رہنمائی اور نبوی تعلیمات سے محروم ہوگیا اور انسان کی عقلی، ذہنی، روحانی و مادی قیادت، خدانا آشنا، آخرت فراموش، روح ناشناس، بے یقین، مردہ دل، دنیا طلب، مادہ پرست مغربی اقوام کے ہاتھ میں آگئی۔

ع ہم تو رخصت ہوئے اوروں نے سنبھالی دنیا

اور پورا عالم دینی ہدایات وبرکات کے نورو اثرات سے خالی اور مادیت اور خدا فراموشی

کی ظلمت سے شب تاریک بن کررہ گیا۔

امت کا سب سے اہم واقدم مسئلہ :

اس وقت امت کے لئے سب سے اقدم واہم مسئلہ اس کے دینی شعور، داعیانہ مزاج، تبلیغی حاسہ، ایمانی حمیت وغیرت، اسلامی فکر اور مغیبات حقہ پر یقین کے احیاء کا ہے تاکہ پھر سے مسلمانوں میں امت مبعوثہ کی حیثیت سے اپنے فرائض منصبی اور مفوضہ وظائف کی ادائیگی کا داعیہ و تقاضا زندہ و بیدار ہوجائے اور صحابہ کی طرح امت ایمان ویقین، اعمالِ صالحہ واخلاقِ فاضلہ سے مزین ہوکر نیابت نبوتؐ اور ہدایت رسانی خلق کی ذمہ داری کو پورا کرسکے۔اگر امت دعوت الی الخیر امر بالمعروف ونہی عن المنکر کے فرائض کے ادا کرنے سے قاصر رہتی ہے تو اس کی بعثت کا مقصد فوت ہوجاتا ہے اور وہ اپنی امتیازی حیثیت سے محروم ہوجاتی ہے۔امیر المومنین عمر فاروقؓ کا ارشاد اس بارے میں قول فیصل ہے۔آپ نے چند ''دعـاۃ'' (دین کی دعوت دینے والے) کو حج کے موقع پر دیکھا۔آپ نے آیت '' کـنـتـم خیر امۃ اخرجت للناس ''پڑھی اور ارشاد فرمایا '' مـن سترہ ان ایکون من ھذہ الامۃ فلیؤد شرط اللہ فیھا '' (ابن کثیر ج ۱ ص ۳۹۶) یعنی جو شخص پسند کرتا کہ اس خیر الامم میں سے ہو تو اسے اس کی شرائط کو پورا کرنا چاہیئے۔یعنی اسے امر بالمعروف نہی عن المنکر وایمان باللہ کی صفات سے متصف ہونا چاہیئے۔غور کیجئے جب سید الانبیاء محمد رسول اللہ ﷺ تک کو کہا جاتا ہے:

'' یـایھـا الـرسـول بلغ ماانزل الیک من ربک وان لم تفعل فما بلغت رسالتہ '' (المائدہ۔۶۷)

ترجمہ:۔ اے رسول ﷺ پہنچادے، جو تجھ پر اترا تیرے رب کی طرف سے اور اگر ایسا نہ کیا تو تو نے کچھ نہ پہنچادیا۔

اس کا پیغام (رسالت) گویا تبلیغ ورسالت کو مرادف قرار دیا۔اگر امتِ محمدیہ اپنے فرض

منصبی کی ادائیگی میں کوتاہی کرے گی تو یقیناً اس غفلت پر اپنی خاص حیثیت کھودے گی اور نصرت الٰہی ،سرفرازی وفلاح کے ان وعدوں سے محروم ہو جائے گی جو اس منصب کی وجہ سے اس کے ساتھ کئے گئے تھے۔

آج امت کے نظریہ اساسی میں جو عموماً بگاڑ آ گیا ہے اور اپنے مقصد حیات کو بھول چکی ہے۔اس کی احیاء کے لئے پھر سے امت کو نبی پاک ﷺ کے طریقہ دعوت وتربیت اور نظام صلاح واصلاح کو اپنانا ہوگا۔جس کے کچھ اجمالی اشارے گزر چکے، کہ مزاج وطریقۂ نبوت قوام ملت ہے، کتاب اللہ نہ صرف کتاب ہدایت ہے بلکہ صحیفہ نظام ہدایت اور طریقۂ دعوت بھی ہے۔قرآن نہ صرف دعوت ہے بلکہ طرزِ دعوت بھی سکھاتا ہے۔اسی طرح اسوۂ نبویہ ؐ نہ صرف امت کے لئے نمونۂ ہدایت ہے بلکہ آپ کا طرزِ دعوت وتربیت بھی تا قیام الساعۃ ہدایت رسانی خلق کا افضل واکمل، احسن واعلیٰ اور موثر ترین طریقہ ہے۔امت آج جس بے یقینی ،غفلت ،غلط روی اور بے عملی بلکہ بد عملی کا شکار ہو چکی ہے۔اس کا علاج اپنی اصلاح کے ساتھ دعوت وتبلیغ ،احیاء دین کے لئے جہد و جہاد، محنت وکشش، ایثار وقربانی کے وہی عزائم واعمال ہیں جن کا نقش حضور پاک ﷺ اور آپ کی رہنمائی میں صحابہ کرام ؓ نے ابتدائی اسلام میں عالم پر مرتسم کیا ہے۔

؎　وہی دیرینہ بیماری وہی نامحکمی دل کی
علاج اس کا وہی آبِ نشاط انگیز ہے ساقی

امت اگر زندگی چاہتی ہے تو اسے پھر سے اسی داعیانہ جذبہ کو ہر قربانی کے باوجود زندہ کرنا ہوگا۔حالاتِ حاضرہ پر قناعت موت ہے۔

؎　تا کجا بے غیرت دیں زیستن
اے مسلماں مردن است ایں زیستن

اے کہ می نازی بہ قرآنِ عظیم
تا کجا درحجرہ می باشی مقیم
در جہاں اسرارِ دیں رافاش کن
نکتۂ شرحِ مبیں را فاش کن

ترجمہ: کب تک دین کی غیرت کے بغیر جینا ہے؟ اے مسلمان! ایسا جینا تو مرنا ہے۔ اے وہ شخص! کہ قرآنِ عظیم پر فخر کرتا ہے کب تک کمرے میں بیٹھا رہے گا؟ دنیا میں دین کے راز کو کھول اور دینِ مبین کی تشریح کے نکتے کو فاش کر۔

امت کا سوادِ اعظم، جہالت، غفلت، دینی تعلیم سے محرومی، نئی تعلیم یا دیگر عوامل کی بنا پر دین سے بیگانہ ہوتا جا رہا ہے اور جس طرح امت اپنی معاشرت و تمدن تہذیب و تمدن وشعائر سے دور ہوتی جا رہی ہے اور جس طرح اسلامی اخلاق و معاملات مٹ رہے ہیں، عبادات تک میں بے اعتنائی عام ہو چکی ہے، امہات عقائد تک میں تزلزل آ گیا ہے اور جس طرح دنیا طلبی، دین سے بے رغبتی، الحاد و دہریت، غفلت و بدعملی امت پر اپنا سایہ ڈالتی چلی جاتی ہے، اگر امت نے کمال چابک دستی، سبک رفتاری، بلند ہمتی، عزم راسخ سے اپنی جملہ استعدادوں، توانائیوں، ظاہری و باطنی مادی اور روحانی قوتوں کو حفاظت دین اعلاء کلمۃ اللہ اور دعوت و تبلیغ، افراد امت کی شخصی و اجتماعی اصلاح کی طرف مرکوز نہ کیا تو خاکم بدہن اندیشہ ہے کہ العیاذ باللہ اسلام کی نام لیوا موجودہ امت مٹا کر نہ رکھ دی جائے اور یہ امانت دوسروں کے سپرد نہ کر دی جائے۔ (اللّٰھم احفظنا)

(جاری ہے)

فرمایا رسول اللہ ﷺ نے جو کوئی میری امت میں سے میرے اوپر ایک دفعہ درود بھیجے تو لکھی جائیں گی اس کے واسطے دس نیکیاں اور مٹائی جائیں گی اس کی دس برائیاں۔

(دلائل الخیرات)

بیان (01-10-2004)

(ڈاکٹر فدا محمد صاحب دامت برکاتہٗ)

خطبہ ماثورہ!

اما بعد قد افلح من زکّٰها o و قد خاب من دسّٰها o (الشمس: ۸و۹)

ترجمہ: تحقیق مراد کو پہنچا جس نے اس کو (نفس کو) سنوارا اور نامراد ہوا جس نے اس کو خاک میں ملا چھوڑا یعنی گناہوں میں مبتلا کر دیا۔ (معارف القرآن)

محترم بھائیو اور دوستو! ان آیاتِ مبارکہ میں فرمایا گیا ہے کہ جو پاک ہوا، سنورا یعنی اپنی اصلاح کی وہ کامیاب ہوا اور دوسرے جملہ میں اس کا الٹ بیان کر دیا گیا کہ جو نہ ہوا پاک اس کا خسارہ ہوا، نقصان ہوا۔

آدمی کپڑے پہنتا ہے ہر ماحول کے مطابق ایک صفائی کا معیار ہوتا ہے گاؤں میں پورے سات دن پہنے ہوتے ہیں برے نہیں لگتے ہیں۔ ہفتہ بعد اُتار لیتے ہیں دھونے کو دے دیتے ہیں۔ یہاں شہری ماحول میں دوسرے تیسرے دن نہ بدلیں تو برے لگتے ہیں کپڑے میلے ہو گئے اب ان کو صاف کرنے کی، دھونے کی ضرورت ہے۔ فرمایا گیا ہے کہ صاف کپڑا اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتا ہے اور جب میلا ہو جاتا ہے تو اس کا ذکر بند ہو جاتا ہے، صاف کپڑے والوں کی روزی میں برکت ہو گی، شخصیت میں کشش ہو گی، جہاں جائے گا وہاں اس کی قدر ہو گی اتنے فوائد ہیں اس میں۔ گھر میں آدمی رہتا ہے روز اس کی صفائی نہ کریں، کوڑا کرکٹ باہر نہ پھینکیں تو ہفتے، دو ہفتے، مہینے بعد رہنے کے قابل نہیں رہتا۔ گاڑی کی مہینہ دو مہینہ بعد اس کے ساتھ جو متعلقہ صفائیاں ہیں وہ نہ کریں تو گاڑی کی کارکردگی خراب ہو جاتی ہے، فائدہ دینا بند کر دیتی ہے کیونکہ کہتی ہے اب میرا حق ہے۔ میرا کام تھا میں آپ کو فائدہ دیتی رہی، آپ کے لئے استعمال ہوتی رہی اب آپ بھی دو مہینوں کے بعد ایک دن آدھا دن میری صفائی، موبل آئل تبدیل کرنے، گریس لگانے وغیرہ کے لئے استعمال کریں تا کہ میں درست ہو کر جگہ پر آ جاؤں اور آپ کو فائدہ پہنچاؤں۔ چارسدہ کی طرف ہم جا رہے

تھے تو میں نے ڈاکٹر سیار صاحب سے کہا کہ بعض کھیتوں میں چاول کاشت کئے ہوئے ہیں، چاول کی آمدنی تو گنے سے کم ہے یہ کیوں کیا ہوا ہے؟ انہوں نے کہا یہاں کے زمیندار کہتے ہیں کچھ عرصہ کے بعد زمین میں چاول کاشت نہ کیا جائے تو زمین کی گنا پیدا کرنے کی قوت کم ہو جاتی ہے۔ پھر جب چاول کاشت کرتے ہیں اور زمین میں پانی کھڑا رہتا ہے مہینہ دو مہینے چاول کیلئے تو اس سے دیمک ختم ہو جاتی ہے، ورنہ زمین میں دیمک کی کالونیاں بن جاتی ہیں۔ تو گویا زمین جو آپ کو فصل دے رہی ہے اس کا بھی ایک حق ہے وہ کہتی ہے مجھے بھی درست کرو۔

انسان نے استعمال ہونا ہے اس معاشرے میں اور معاشرے میں اس کا استعمال ہونا ہے اس کا بننا کہا پر ہے اگر تو بگڑا ہوا انسان معاشرے میں جائے گا تو یہ سب جگہ بگاڑ ہی بگاڑ پیدا کریگا۔ بازار میں ہے وہاں بگاڑ، دفتر میں ہے وہاں بگاڑ، عدالت میں ہے وہاں بگاڑ، حکومت میں ہے وہاں بگاڑ، جس جگہ پر بھی جائے گا اس کا رویہ منفی، حالات بگاڑنا، خود پریشان ہونا، دوسروں کو پریشان کرنا یہ اس سے ہوتا جائے گا۔ پشاور یونیورسٹی کے ایک شعبے کے چیئر مین تھے، اُن کو یونیورسٹی والوں نے ہٹا دیا اس نے مجھ سے گلا کیا کہ تمہارے فلاں تبلیغی ساتھی نے بھی میرے خلاف ہنگامے کیے ہیں اور مجھے ہٹایا گیا ہے۔ میں نے ساتھی سے گلا کیا میں نے کہا کہ وہ بڑی عمر کے آدمی اور آپ نوجوان آدمی ہیں خواہ مخواہ چیئر مین صاحب کو تنگ کیا اور اس کو چیئر مینی سے آپ نے ہٹوا دیا۔ اس نے کہا ڈاکٹر صاحب میں نے اس کو تنگ نہیں کیا ہے یہ خود اپنے آپ کو تنگ کرتا ہے، پوچھا وہ کیسے؟ بتایا کہ کوئی بات بھی کرتا ہے تو منفی ہوتی ہے، کسی آدمی سے ملے گا اس سے منفی بات کہے گا مثلاً اس سے کوئی ملے تو اُس سے پوچھے گا کہ آپ کہاں کے ہیں؟ اگر اس نے کہا میں کوہاٹ کر رہنے والا ہوں تو فوراً کہتا ہے چھوڑ یار کوہاٹ کے بھی کوئی لوگ ہوتے ہیں۔ میرے ساتھ فلاں زیادتی کی فلاں زیادتی کی، فلاں جگہ یہ غلطی کی، فلاں جگہ یہ غلطی کی۔ کسی کو اپنا ہمدرد نہیں چھوڑتے ہیں، کسی کے بارے میں اچھے لفظ کہہ دینا، مبارک لفظ کہہ دینا اس سے نہیں ہوتا۔ گھر میں یا مختلف جگہوں پر میں جاتا ہوں اور بچوں کی پٹائی کر رہے ہوتے ہیں یہ فلانا کام کرو وہ کر کے نہیں دیتا۔ میں کہا کرتا ہوں آپ ذرا پیچھے

ہو جائیں ،آپ حوصلہ کریں پیچھے خاموش ہو کر بیٹھ جائیں ، بچہ کو آپ ذرا آزاد چھوڑ دیں۔ پھر بچہ سے کہتا ہوں اُوہو کتنا اچھا بچہ ہے کتنا پیارا بچہ ہے اس سے جو بات کہی جائے اس کو مانتا ہے اور بچے تو وہی اچھے ہوتے ہیں جو ماں باپ اچھی باتیں کہیں ،صحیح باتیں کہیں اس کو مانیں ، وہ بچے جو بات مانتیں ہیں کتنے خوبصورت لگتے ہیں۔ اچھا اب آپ یہ کرلیں وہ فوراً کر لیتا ہے۔ منفی ترتیب کی کامیابی کم ہے مثبت کی کامیابی زیادہ ہے۔ زبان نے اپنی نرمی کے باعث ۳۲ دانتوں کو اپنے سامنے قطار بنا کر کھڑا کیا ہوا ہے اپنی خدمت کیلئے۔ زبان پر کوئی چوٹ نہیں آتی ہے ، دانت ٹوٹتے ہیں پھر زبان پر چوٹ آتی ہے۔ دانتوں کی سختی کو زبان نے اپنی نرمی سے کنٹرول کیا ہے اور اپنے آگے صف بنا کر اپنی حفاظت کیلئے کھڑا کیا ہوا ہے۔ تو عرض یہ کرر ہا تھا کہ اگر بگڑا ہوا باپ ہے تو مصیبت ، بیٹا ہے تو مصیبت ، دکاندار ہے تو مصیبت ۔ ہم دو طلباء تھے یہ سن ٦٧ کا واقعہ ہے ہم نکلے اور کافی شاپ بازار گئے ۔ سردیاں ہو رہی تھی ، کہ چلو ہیٹر خریدیں۔ نئی دکان شروع ہوئی تھی ۔ ہم نے ایک ہیٹر دیکھا ، دوسرا دیکھا تیسرا دیکھا آدمی تنگ ہو گیا اور غصہ ہو گیا اس نے کہا لیتے ہو تو لو ورنہ جاؤ۔ میرے ساتھی نے کہا پریگدہ مڑہ دہ خودکاندار نہ دے دہ خو تھانیدار دے ۔(کہ چھوڑ و یار یہ تو دکاندار نہیں ہے تھانیدار ہے) میں نے کہا دکان یو سو ورزو دے زیات نہ دے ۔ (دکان کچھ دن ہے زیادہ نہیں ہے۔) دو تین مہینے بعد دیکھا تو دکان ختم۔ بگڑا ہوا آدمی باپ ہے تو اولاد کے لئے مصیبت ، حاکم ہے تو رعایا کے لئے مصیبت ، رعایا بگڑی ہوئی ہے تو حاکم کے لئے مصیبت ۔ جس نے اپنے آپ کو نہیں سنوارا اس نے اٹھایا خسارہ اور ہوا تباہ اور ہوا پریشانی میں مبتلا۔ اس لئے دنیا آخرت کے سارے مسائل کا حل ہی اصلاحِ نفس میں ہے۔ حدیث شریف میں فرمایا گیا ہے اخلاص والے ہدایت کے چراغ ہیں ان کی وجہ سے بڑے بڑے فتنوں کو اللہ تعالیٰ ختم کر دیتا ہے۔ ہم اور آپ انسان کو استعمال کیلئے تیار کر رہے ہیں انسان کو بنا نہیں رہے کہ استعمال کے قابل ہو جائے ۔ میرا ایک انٹرویو ہو رہا تھا صوبائی پبلک سروس کمیشن میں سن ۸۷ کی بات ہے ۔ انٹرویو ہو گیا اس کے بعد انہوں نے ایسے ہی آزاد باتیں ، Informal باتیں شروع کر دیں

چیئر مین نے کہا کہ یہ تمہارے ڈاکٹر صاحبان ایسا ظلم کرتے ہیں، ایسے پیسے لیتے ہیں، ایسے تنگ کرتے ہیں، لوگوں کو پریشان کرتے ہیں، انہوں نے کافی فہرست الزامات کی دہرائی۔ میں نے سوچا کہ بات Informal ہوگئی ہے، تکلفات سے خالی ہوگئی ہے، اب ان سے میں کوئی بات کہوں تو یہ برا نہیں مانیں گے۔ میں نے کہا معاف کریں ہم معاشرے کے لئے ڈاکٹر بناتے ہیں انسان نہیں بناتے، انجینئر تو بناتے ہیں انسان نہیں بناتے، افسر تو بناتے ہیں انسان نہیں بناتے۔ جب ان کی شخصیت کی تعمیر نہیں ہوگی تو جس جگہ پر جائیں گے انسانوں کی پریشانی کا ذریعہ بنیں گے۔ اس لئے قرآن پاک میں جن مقامات پر کوئی ذمہ داری لینے دینے کا تذکرہ آیا ہے تو اس کے ساتھ دو باتوں کا تذکرہ کیا ہے، جسمانی اور روحانی اہلیت۔ جسمانی اہلیت یہ ہے کہ جس شعبہ کا ہے اس شعبہ کو جانتا ہو اور صحت مند ہو اور روحانی صلاحیت، روحانی استعداد روحانی فٹنس یہ ہے کہ اس کے اندر اس کو چلانے کی صفات ہوں۔ بنی اسرائیل پر مصیبت کے حالات تھے۔ ان کے مخالفین نے اُن کو مارا، ملک سے نکالا اور خوب پریشان کیا۔ آ کر غور کرنے لگے کہ پٹتے پٹتے اب ہم کہاں تک پٹیں گے اور کیسے وقت گزاریں گے۔ ان کا خیال ہوا کہ مقابلہ کے لوگوں کا تو محکم نظام ہے، ان کا بادشاہ ہے، فرمانروا ہے، ہر شعبہ انہوں نے منظّم کیا ہوا ہے لہٰذا اس تنظیم کے ساتھ یہ ہم پر غالب آ گئے ہیں اور ہم ان کے مقابلے میں تتر بتر بھیڑ بکریوں کی مثال ہیں۔ انہوں نے دعا مانگی کہ یا اللہ! اگر تو ہمارے لئے بھی کوئی بادشاہ مقرر کر دے تو ہم اس کی سرکردگی میں جہاد کریں۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت طالوت رحمۃ اللہ علیہ کو ان پر بادشاہ مقرر کر دیا۔ انہوں نے کہا یہ تو غریب آدمی ہے، بے حیثیت آدمی ہے اسکی جگہ کوئی مضبوط قوم سے ہوتا کوئی مالدار قوم سے ہوتا تو اس کو سب بادشاہ مانتے۔ اللہ تعالیٰ نے جواب میں اُن سے فرمایا کہ بادشاہ کے لئے علمی استعداد کی ضرورت ہوتی ہے اور جسمانی صحت کی ضرورت ہوتی ہے تو وہ تم میں سب سے زیادہ مناسب ہے۔ اس کے لئے کوئی شکل وصورت کی ضرورت نہیں ہے، کسی بڑی قوم سے ہونا ضروری نہیں ہے اور مالدار ہونے کی ضرورت نہیں ہے بلکہ اس کے لئے حوصلہ، برداشت، جرأت، شجاعت، فہم، بروقت صحیح فیصلہ کرنا، بات کو صحیح سمجھنا، یہ باتیں

ضروری ہوتی ہیں اور وہ تم میں سب سے زیادہ اس میں ہیں۔ یوسف علیہ السلام نے اللہ تبارک و تعالیٰ سے مصر کا اقتدار مانگا تو انہوں نے دعا مانگی کہ یا اللہ! مجھے مصر کے خزانے دے۔ میں ان خزانوں کا کام جاننے والا بھی ہوں اور ان کی حفاظت کرنے والا بھی۔ دیانتداری اور حفاظت کی جو صفت ہے وہ روحانی استعداد ہے وہ بھی ہے مجھ میں اور علیم بھی ہوں یعنی میں اس کام کو جانتا بھی ہوں۔ جسمانی استعداد بھی تھی اور روحانی استعداد بھی۔ اس لئے اسلامی نظام میں ہمیشہ ایسی ترتیب چلائی جس نے صرف معاشرے کو Technocrates اور Buearucrates نہیں دیئے ہیں بلکہ اس نے اس کو بنی ہوئی شخصیات دی ہیں جو اپنے لئے، سارے انسانوں کے لئے پورے معاشرے اور ماحول کیلئے رحمت بنی ہیں۔ آپ کے بڑے بڑے تربیت کے ادارے ہیں ان کے ٹریننگ کے طریقہ کار کا جا کر مطالعہ کریں Buearucrates کی ٹرینگ کے طریقہ کار کا مطالعہ کریں تو ان کو ٹرکیں اور ڈاج کرنا اور اپنے مقصد کو نکالنے کے لئے ہتھکنڈے استعمال کرنا سکھایا جاتا ہے۔ اخلاص ہو، اخلاق ہوں، آپ اپنے اخلاص سے متاثر کر رہے ہوں، یہ نہیں سکھایا جاتا۔ یہ اسلامی نظام ایک صبر آزما چیز ہوتی ہے۔ ۲۳ سالہ صبر آزما دور ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا۔ سارا معاشرہ اس بات کی دعوت دے رہا ہے کہ کبر والے کی زندگی بنتی ہے وہ کامیاب ہوتا ہے وہ چھا جاتا ہے اور یہاں یہ بات بتائی جاتی ہے کہ عاجزی والے کی زندگی بنتی ہے جو عاجز ہوتا ہے وہ دنیا و آخرت میں کامیاب ہوتا ہے۔ وہاں یہ ہے مالدار کی زندگی بنتی ہے خواہ ظلم سے مال لیتا ہے یا قتل کر کے لیتا ہے اور یہاں یہ ہے کہ اخلاق والے کی دنیا بنتی ہے خواہ اس کے پاس مال ہو یا نہ ہو۔ یہ تو دو ترتیبیں ہیں جو آپس میں ٹکرا رہی ہیں۔ ایک ترتیب والوں نے اپنی ترتیب پر چل کر نتائج حاصل کئے ہوئے ہیں۔ وہ لوگوں کو کہتے ہیں کہ اس کے خلاف کیسے ہوسکتا ہے۔ بس اس لئے صحابہ کرامؓ کا کفارِ مکہ جب مذاق اُڑاتے تھے کہ ان کو دین دین کہہ کر دھوکہ میں ڈالا ہوا ہے۔ گویا ایسی بات کہی جا رہی ہے کہ ہونی نہیں ہے۔ جب موسیٰ علیہ السلام نے دعوت دی ہے فرعون کو تو اس نے کہا اُو ہو یہ آدمی جس کی زبان میں لکنت ہے، ہمارے ہاں پلا ہوا ہے، اس کا کوئی ساتھ دینے والا بھی نہیں ہے

اور عجیب بات کہہ رہا ہے کہ کامیابی اس کے طریقۂ کار میں ہے۔ کیا یہ ملکِ مصر میرا نہیں ہے اور کیا یہاں کے بہتے ہوئے دریاؤں کا مالک میں نہیں ہوں اور کیا اتنی قوت اور اتنے وسائل میرے ہاتھوں میں ہوتے ہوئے میں ناکامیاب ہوں اور یہ کامیاب ہے۔ اس کو بولنا ہی نہیں آتا زبان اس کی اٹکتی ہے لکنت ہے اس کی اور ترتیب کیسی دے رہا ہے کہ کروفر کے مقابلے میں عاجزی کا کہہ رہا ہے مال و دولت جمع کرنے کے مقابلے میں خیر خیرات خرچ کا کہہ رہا ہے اور لوگوں پر غالب آنے کی بجائے خدمتِ خلق کا کہہ رہا ہے یہ تو کوئی ترتیب چلنے والی ہے ہی نہیں۔ اور قریشِ مکہ کہہ رہے کہہ رہے کہ دین دین کہہ کر ان کو دھوکہ میں ڈالا ہوا ہے یہ تو اب چلنے والی بات ہے ہی نہیں جو کہہ رہے ہیں، یہ کہاں چلے گی۔ واقعی یہ دور ایک صبر آزما دور ہوتا ہے لیکن صالح ترتیب باطل ترتیب کو توڑتی ہے اور اپنے ساتھ اللہ تعالیٰ کی مدد کو لیتی ہے۔ اس کو جب چالو کر کے ایک چھوٹا سا معاشرہ بناتے ہیں پھر وہ پھیلتا ہے تو اس کی رحمتیں برکتیں سامنے آتی ہیں یہاں تک کہ باطل کو مٹا دیتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب دنیا سے پردہ فرما رہے تھے تو جزیرہ نما عرب سے کفار کا اخراج ہو گیا تھا اور اسلامی نظام قائم ہو گیا تھا۔ اسلامی نظام جب قائم ہوتا ہے تو بڑی شدت سے باطل اکٹھا ہو کر، بپھر کر اس پر حملہ کرتا ہے تا کہ اس کو توڑا جائے اور باطل کو پھر لایا جائے جس باطل کی وجہ سے ہماری سرداری قائم ہے۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ کا دور وہ دور ہے کہ ڈھائی سال کفر نے ردِ عمل کر کے سخت ٹکراؤ کیا ہے حق کو توڑنے کیلئے لیکن کمر باندھ کر ابوبکر صدیقؓ نے اینٹ کا جواب پتھر سے دیا ہے اور دندان شکن جواب دے کر پھر باطل کو ملیامیٹ کیا ہے۔ اس جدوجہد کی برکت سے دورِ فاروقی میں پھر پھیلاؤ ہو سکا ہے کیونکہ باطل سب رکاٹوں کو ابوبکر صدیقؓ نے روند کر میدان صاف کر دیا تھا۔ چنانچہ جس جگہ پر بھی اطلاع جاتی تھی کہ ایسا نظام تمہارے قریب قائم ہو گیا ہے جس میں ایسا عدل ہے، ایسا انصاف ہے، ایسی خوشحالی ہے، ایسی آسودگی ہے، ایسی حفاظت ہے، ایسی انسانوں میں مساوات ہے تو سننے والا انسان اندر سے چاہتا تھا کہ یہ چیز ہمیں بھی نصیب ہو۔ تو صحابہ کرامؓ کے نظام اور ان کے ماحول نے باطل کے نظام کی بنیادوں کو کھوکھلا کر دیا تھا۔ اس لئے ان کے لشکر جا کر

جس علاقے کو لے رہے ہوتے تھے ان کے نظام اور اُن کی زندگی کی ترتیب کو پہلے سے اس علاقے کے لوگوں نے قبول کرلیا ہوتا تھا۔

جب شہاب الدین غوریؒ نے پانی پت کی جنگ میں ہندوستان کو فتح کیا ہے اور اجمیر شریف تک جا کر پرتھوی راج کے مرکز کو توڑا تو صبح اس نے دور سے اذان کی آواز سنی تو اس کو حیرت ہوئی کہ ہمارے ملک فتح کرنے سے پہلے یہاں کون اذان دے رہا ہے۔لوگ تحقیق حال کے لئے پہنچے تو وہاں دیکھا کہ کچھ فقراء، کچھ اللہ والے بیٹھے ہوئے ہیں اور انہوں نے اذان دی ہے۔ یہ آگے بڑھا تو دیکھا کہ یہ تو وہی شخص ہے جس کو میں نے خواب میں دیکھا تھا اور بشارت دی تھی کہ تم آؤ اللہ تعالیٰ تمہیں فتح نصیب فرمائے گا۔ یہ شخص کون تھا حضرت خواجہ معین الدین اجمیریؒ جنہوں نے شہاب الدین غوریؒ کے لشکروں اور اسلحوں اور فوجوں کے داخل ہونے سے پہلے اپنی روحانی قوت سے ہند کی باطل قوت کو توڑ دیا تھا اور ان کے مرکز میں اپنی روحانیت کا جھنڈا گھاڑ دیا تھا۔شہاب الدین غوریؒ پہلا آدمی ہے جس نے مرکز میں اسلامی حکومت قائم کی ہے اور اپنے غلام قطب الدین ایبک کو یہاں بطور بادشاہ کے اور نائب کے چھوڑا ہے۔

تو عرض میں یہ کر رہا تھا کہ ہم اور آپ تزکیہ حاصل کر کے باطن میں یہ صفات حاصل کریں گے تو ایک ہمارے ساتھ اللہ تعالیٰ کی مدد ہوگی اور دوسرا یہ کہ ہماری زندگی ایسی پر کشش ہوگی ،ہمارا ماحول معاشرہ ایسا پر کشش ہوگا کہ کفار کو اپنی طرف کھینچے گا۔

سپین مسلمانوں نے کیسے فتح کیا ہے؟ اس زمانے میں لڑکیوں کے کالج یونیورسٹیاں نہیں ہوتی تھیں تو بڑے خاندان لڑکی کو ادب وآداب سکھانے کے لئے اور تہذیب ثقافت سیکھانے کیلئے بادشاہ کے محل میں بھیجتے تھے۔ بادشاہ کا نام راڈرک تھا۔کاؤنٹ جولیان ایک علاقے کا نواب تھا اس نے اپنی بیٹی فلورینڈا کو بھیجا شاہی محل میں زندگی کے آداب سیکھنے کیلئے۔ بادشاہ نے اس کے ساتھ زیادتی کرلی۔اس نے آکر فریاد باپ کے سامنے کی۔ اس نے کہا اچھا اب میں عدل وانصاف والے مسلمانوں کو بلاؤں گا کہ اس بادشاہ کی کھوپڑی کو سوراخ کریں اور اس ظالم سے حکومت لیں۔

تو یہ کاؤنٹ جولیان تھا جس نے موسیٰ بن نصیر شمالی افریقہ کے گورنر کو بلایا تھا۔ چنانچہ اُس نے طارق بن زیادؒ کو بھیجا جس نے سپین کے ساحل پر اُتر کر کشتیاں جلا دیں۔ فوجیں حیران ہیں یہ کیا ہو رہا ہے آدمی پہلے مورچہ بندی کرتا ہے First, second line of defense بناتا ہے سپلائی لائن بحال کی جاتی ہے retreat کا راستہ واپس ہونے کا راستہ شکست کی صورت میں وہ درست کیا جاتا ہے۔ امیر صاحب عجیب امیر صاحب ہے سب کو چلا رہا ہے اور آگے بڑھ رہا ہے۔ امیر صاحب کو پتہ تھا کہ اِس ملک کو ہماری روحانیت نے پہلے ہی سے فتح کیا ہوا ہے اور اس کے عوام کے دل ہم نے فتح کیے ہوئے ہیں۔ اب صرف اس کرائے کی فوج سے نمٹ کر اس ملک کو لینے کیلئے آگے بڑھ رہے ہیں۔ بس صرف دو دو ہاتھ ہونے ہیں اور کرایے کی فوج نے میدان چھوڑنا ہے، کوئی مشکل کام ہی نہیں ہے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

عرض یہ تھی کہ ہم اور آپ ان صفات پر آ گر آئیں اور یہ روحانی قوت حاصل کر لیں تو انشاء اللہ اللہ تعالیٰ کی مدد ہمارے ساتھ ہوگی اور اللہ تعالیٰ سب پر غالب کر کے چھوڑے گا۔ **فلا تھنو و لا تحزنو و انتم الاعلون ان کنتم مومنین۔** گھبراؤ نہیں، غم نہ کھاؤ تم ہی غالب ہو گے لیکن شرط یہ ہے کہ اگر تم مومن ہو جاؤ تم کامل ہو جاؤ۔

ے	چاہتے تو سب ہیں کہ ہوں اوجِ ثریا پہ مقیم
پہلے کوئی پیدا تو کرے قلبِ سلیم

اقبال نے کہا تو اتنی بلندی پر تو ہر کوئی پہنچنا چاہتا ہے لیکن ایسا صحیح دل، ایسا صاف دل جو اس کے قابل بناتا ہے وہ تو پہلے کوئی پیدا کرے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ ان باتوں پر آنے کی توفیق عنایت فرمائے۔

☆☆☆☆☆☆☆

روایت ہے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے، تحقیق فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ میرے اوپر درود بھیجنے والے کے لئے ایک نور ہوگا صراط کے اوپر اور جو ہوگا اہلِ نور میں سے صراط کے اوپر وہ اہلِ نار سے نہیں ہوگا۔	(دلائل الخیرات)

اخوت و مساوات

(حضرت مولانا محمد اشرف صاحب رحمۃ اللہ علیہ)

جناب عبدالمجید صاحب بانی سیرت کمیٹی لاہور نے ۱۹۳۶ء میں ایک کتاب شائع کی۔ اس کتاب میں سیرت کے مضامین تھے جو بچوں نے سیرت کے جلسوں میں سنائے تھے۔ بندہ کے شیخ و مربی حضرت مولانا محمد اشرف صاحبؒ کا یہ مضمون بھی اس مجموعے میں ہے۔ اس پر اول انعام دیا گیا ہے۔ اس وقت حضرتؒ اسلامیہ ہائی سکول شملہ (انڈیا) میں چھٹی جماعت کے طالب علم تھے اور عمر گیارہ سال تھی۔ واقعی جن حضرات نے بلندیوں پر پہنچنا ہوتا ہے ان کا بچپن ہی حیرت انگیز ہوتا ہے۔

جناب صدر و معزز حاضرین جلسہ! میں آپ حضرات کے سامنے حضور پُر نور ﷺ کی زندگی کا وہ روشن پہلو دکھلانا چاہتا ہوں جو دنیا میں اخوت و مساوات کے نام سے مشہور ہے۔

آنحضرت ﷺ کی نظر میں چھوٹ بڑا، غلام آقا، امیر و غریب سب برابر تھے۔ فرق تھا تو صرف عمل و ایمان کا۔ خدا اور اس کے رسولؐ کی نظر میں وہی شخص بڑا ہے جو اپنے نیک اعمال میں بڑا ہے۔ حضرت سلمانؓ، حضرت صہیبؓ اور حضرت بلالؓ جو سب غلام رہ چکے تھے، آپ ﷺ کے دربار میں رئیسوں سے کم مرتبہ نہ رکھتے تھے۔ میں اس موقعہ پر اخوت و مساوات کی چند مثالیں پیش کروں گا۔

ایک دفعہ حضرت سلمانؓ اور حضرت بلالؓ کہیں بیٹھے تھے۔ اتفاقاً اُدھر سے ابوسفیان آنکلے۔ ان دونوں بزرگوں نے فرمایا ابھی اس دشمنِ خدا کی گردن پر تلوار کا پورا قبضہ نہیں ہوا۔ حضرت ابوبکرؓ نے ان سے کہا سردارِ قریش کی شان میں یہ الفاظ؟ اور اس کے بعد سیدھے آنحضرت ﷺ کے پاس پہنچ کر شکایت کی۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ کہیں تم نے ان لوگوں کو ناراض تو نہیں کر دیا؟ اس پر حضرت ابوبکرؓ نے فوراً جا کر اُن سے معافی چاہی۔

ایک دفعہ ایک بڑے آبرودار گھرانے کی عورت چوری میں پکڑی گئی۔ حضرت اسامہ بن زیدؓ جو حضورﷺ کے بہت چہیتے تھے، لوگوں کی خواہش پر حضورﷺ کی خدمت میں سفارش کے لئے حاضر ہوئے۔ آپؐ نے فرمایا، ''اسامہ! کیا تم خدا کے قوانین میں سفارش کرتے ہو؟ پھر لوگوں کو جمع کر کے فرمایا تم سے پہلی اُمتیں اس لئے تباہ ہوئیں کہ بڑے آدمی جرم کرتے تو اُن سے درگزر کیا جاتا اور جب کوئی غریب آدمی جرم کرتا تو اُسے سزا دی جاتی۔ خدا کی قسم! اگر محمدؐ کی بیٹی فاطمہ بھی چوری کرتی تو اس کے ہاتھ بھی کاٹ دیئے جاتے۔

بدر کی لڑائی میں دوسروں قیدیوں کے ساتھ حضورﷺ کے چچا حضرت عباسؓ بھی گرفتار ہو کر آئے جو اس وقت تک ایمان نہ لائے تھے۔ قیدیوں کو فدیہ دے کر چھوڑا گیا۔ بعض نیک دل انصار نے اسی خیال سے کہ عباسؓ حضورﷺ کے قریبی رشتہ دار ہیں، عرض کیا یا رسول اللہ! اجازت ہو تو ہم عباسؓ کا فدیہ معاف کر دیں۔ آپﷺ نے فرمایا نہیں، ایک درہم بھی معاف نہ کرو۔

حضورﷺ لوگوں میں بیٹھے ہوئے ہوتے تو جو چیز آتی دہنی طرف سے بانٹتے چاہے اس طرف کوئی بھی ہو۔ ایک دفعہ حضرت انسؓ کے مکان پر آپؐ نے پینے کے لئے پانی طلب فرمایا، انہوں نے دودھ حاضر کیا۔ اتفاقاً اس وقت آپ دہنی طرف ایک بدو بیٹھا تھا، بائیں طرف حضرت ابوبکرؓ اور سامنے حضرت عمرؓ تھے۔ جب آپﷺ دودھ پی چکے تو حضرت عمرؓ نے عرض کیا کہ باقی حضرت ابوبکرؓ کو عنایت ہو۔ آپؐ نے فرمایا نہیں پہلے دہنی طرف والے کا حق ہے۔ چنانچہ حضورﷺ نے پہلے بدو ہی کو دودھ عنایت فرمایا۔

ایک دفعہ سفر میں کھانا تیار کرنا پڑا۔ سب صحابہؓ نے ایک ایک کام بانٹ لیا۔ حضورﷺ نے جنگل سے لکڑی لانے کا کام اپنے ذمہ لیا۔ صحابہؓ نے عرض کیا آپ کا کام بھی ہم خود کر لیتے

ہیں مگر آپؐ نے فرمایا ہاں سچ ہے مگر مجھے یہ پسند نہیں کہ میں اپنے آپ کو تم سے بڑا جانوں۔ خدا اُس بندے کو پسند نہیں کرتا جو اپنے کو دوسروں سے بڑا جانتا ہے۔

حجۃ الوداع میں صحابہؓ نے عرض کیا کہ دھوپ سے بچنے کے لئے حضور ﷺ کے واسطے میں خیمہ لگا دیا جائے۔ آپ ﷺ نے فرمایا نہیں جو شخص جہاں پہنچ جائے وہی اس کی جگہ ہے (یعنی آپ ﷺ نے اپنے لئے جگہ مقرر کر کے بند نہیں فرمائی)۔ مسجدِ نبویؐ بننے لگی تو حضورؐ دوسرے تمام لوگوں کے ساتھ برابر ہر طرح کا کام کرتے تھے۔ ایک لڑائی میں خندق کھودی گئی تو تب بھی حضور ﷺ ایک مزدور کی طرح کام کرتے، یہاں تک کہ بدن مبارک پر مٹی اور خاک کی تہہ جم جم جاتی تھی۔

الغرض ہمیشہ آپؐ کا یہ معمول تھا اور یہی تعلیم تھی کہ خدا کے تمام بندے آپس میں برابر ہیں اور سب چھوٹے بڑے مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں۔ اس کے متعلق ہمارے قومی شاعر ڈاکٹر اقبال مرحوم نے کیا خوب کہا ہے

ے آ گیا عین لڑائی میں اگر وقتِ نماز
ہو کے صف بستہ زمیں بوس ہوئی قومِ حجاز
ایک ہی صف میں کھڑے ہو گئے محمود و ایاز
نہ کوئی بندہ رہا نہ کوئی بندہ نواز

اسلام کی تعلیمات کا خلاصہ یہ ہے کہ جس کے جیسے اعمال ہوں گے ویسا ہی اُن کا پھل ملے گا۔ اسلام میں نہ کوئی بڑا ہے نہ کوئی چھوٹا ہے سب بھائی بھائی ہیں۔ (درجات کا فرق اعمال اور تقویٰ کی بنیاد پر ہے۔)

☆☆☆☆☆☆☆

ملفوظاتِ شیخ (ڈاکٹر فدا محمد دامت برکاتہٗ) (قسط۔۳۵)

(ظہور الٰہی فاروقی صاحب)

دِین کے کسی ایک شعبے میں کثرت کرنے سے تعلق مع اللہ نصیب نہیں ہوتا:

فرمایا کہ شریعت میں علماء نے فرض، واجب، سنتِ مؤکدہ اور نوافل کی شکل میں ترتیب بنا کر اور گناہوں میں حرام، مکروہِ تحریمی اور مکروہِ تنزیہی کی ترتیب دے کر نیز دِین کے پانچوں شعبوں.....عقائد، عبادات، معاملات، اخلاقیات اور معاشرت کو بیان کر کے ہر چیز کی اپنی اہمیت واضح کر دی ہے اور اس کی درجہ بندی کر دی ہے۔ پوری شریعت کی اَلاَھَمُّ فَالاَھَمُّ پہلے کون سا اہم ہے اس کے بعد کون سا اہم ہے اس درجہ بندی کے نتیجہ میں عمل کی ایک ترتیب بتائی ہوئی ہے۔ جب عمل اس ترتیب کے مطابق ہوتا ہے تب اللہ تعالیٰ کا تعلق نصیب ہوتا ہے۔ اس لیے کسی ایک شعبے میں کثرت کرنے سے تعلق مع اللہ نصیب نہیں ہوتا۔ آدمی نوافل میں کثرت کر لے، کثرتِ ذکر کر لے، اس کا تعلق مع اللہ ہو جائے، ایسے نہیں ہو سکتا۔ پورے کا پورا دین پوری کی پوری ترتیب پر اَلْاَھَمُّ فَالْاَھَم پہلے کون سا اہم ہے اور بعد میں کونسا اہم ہے کے اُصول کے مطابق لینا ہوگا۔ ہمارے گاؤں کا ایک متقی تھا دو چار اس کی بکریاں تھیں، اتفاقاً وہ نماز میں مشغول ہوا تو بکریاں کسی کے کھیت میں چلی گئیں۔ اُس کو بڑی پریشانی ہوئی، آ کر مولوی صاحب سے مسئلہ پوچھا کہ بکریاں اس طرح چلی گئیں تھیں تو میں کیا کروں۔ چونکہ غیر اِرادی طور پر گئی ہیں تو اس لیے اس پر آدمی استغفار کرے، مالک سے معافی مانگے، اُس کا نقصان ادا کرے۔ مولوی صاحب نے اس کے حالات اور فصل والے کے حالات دیکھ کر کہا کہ آئندہ کے لیے احتیاط کرو۔ میری طرح کا ایک دوسرا آدمی سن رہا تھا اس نے کہا ''اُستاذ جی سہ وَئی'' اُستاد جی کیا کہہ رہا ہے؟ اُستاد جی کہہ رہا ہے کہ جب آدمی نماز پر کھڑا ہو اور بکریاں کسی کے کھیت پر چلی جائیں تو خیر ہے

۔تو اس پر یہ آدمی یہ کرتا تھا کہ دن بھر بکریاں چرا کر شام کو گاؤں کے پاس کھیت تھے ان کے قریب آ کر نماز کی نیت باندھتا تھا اور بکریاں لوگوں کی فصلوں میں پیٹ بھر لیتی تھیں۔اس طرح اس اناڑی آدمی نے مسئلے کی اچھی گت بنائی اور مسئلے کو اپنی بیوقوفانہ مجتہدانہ رائے کے تحت اس طرح اپنے غلط مفاد میں استعمال کیا۔

احیاء العلوم میں حضرت زکریا علیہ السّلام کا واقعہ لکھا ہے کہ انہوں نے کسی آدمی سے دیوار بنانی مزدوری پر لی۔ دیوار بنا رہے تھے کہ جس آدمی کی مزدوری تھی اُس نے کھانا بھیجا، دو روٹی۔ اتنے میں ایک آدمی ملنے کے لیے آ گیا، اُنہوں نے اُس کو کھانے کا بالکل نہیں پوچھا اور اس کے سامنے دو روٹیاں خوب پیٹ بھر کر کھا لیں اور پھر واپس کام پر چلے گئے۔فرمایا کہ دراصل بھوک کی وجہ سے ضعف محسوس ہو رہا تھا اور جو کام مزدوری پر لیا ہوا تھا، اگر میں یہ کھانا مہمان کو کھلا دیتا تو کام میں ضعف محسوس ہوتا، میں نے جو مزدوری پر کام لیا تھا وہ میں صحیح طریقے پر نہ کر سکتا تو اس سے مالک کے کام میں خیانت ہوتی۔اس لئے اس مستحب پر عمل نہیں کیا کہ مہمان کو کھانا کھلاؤں بلکہ اس فرض کا خیال کیا ہے کہ یہ خطا نہ ہو جائے، تو فہم چاہیئے۔اگر آدمی مزدوری کے کام سے جا رہا ہے لیکن نیت یہ ہے کہ نماز پڑھیں گے، کچھ دیر ٹانگیں لمبی کریں گے، کچھ دیر آرام کریں گے، تو یہ نماز پڑھنے نہیں جا رہا بلکہ کام میں کوتاہی کرنے کے لیے جا رہا ہے، جتنی اجازت دی ہے بس اتنی ہی دیر آرام کرے، اس سے زیادہ کرے گا تو اس کو تعلق مع اللہ حاصل نہیں ہوگا۔

اگر تُو اللہ پاک سے اپنی خطاؤں کی معافی چاہتا ہے اور مشکلات کا حل چاہتا ہے تو تُو بھی لوگوں کے لیے مشکلات پیدا نہ کر:

فرمایا کہ حکومتی اُمور میں آدمی کو جب اللہ تعالیٰ اقتدار دے دے، اُس کو لوگوں پر بس دے دے، اُس وقت یہ بات اس کو ذہن میں رکھنی چاہیئے کہ ذاتی انتقام نہیں لینا چاہیئے۔شیخ سعدی

رحمۃاللہ علیہ نے لکھا ہوا ہے جب تُو فیصلہ کررہا ہے اور حکم نافذ کررہا ہے تو اس بات کو بھی سوچا کر کہ کل کو اگر اس جگہ پر تُو ہوا جس جگہ پر آج یہ آدمی ہے تو پھر تیرا کیا ہوگا؟ اس بات کو ذرا سوچ لے آدمی۔ایک فقیر ہمارے شیخ ومربی حضرت مولانا محمد اشرف صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے ملنے کے لیے آئے ،اُنھوں نے کہا مولانا صاحب: بھٹو جیل میں ہے، بہت قابل آدمی ہے، عالمی سیاست کا بہت ماہر ہے اور یورپی سیاستدانوں سے ٹکر لے سکتا ہے اس کو نکال کر دوبارہ وزیراعظم بنانا چاہیے،مولانا صاحب نے فرمایا نہیں اس سے دِین کو نقصان ہوگا۔وہ بحث کرتے رہے تو آخر اُنھوں نے کہا کہ اس کے سامنے دو باتیں رکھیں گے،ایک یہ کہ ٹیلی ویژن پر آ کر جو اس نے الیکشن میں دھاندلی کی ہے اس کا اقرار کرلے اور ساری قوم کے سامنے معافی مانگے اور دوسرا وعدہ کرے کہ یہ دوبارہ اقتدار میں آکر انتقام نہیں لے گا۔وہ بزرگ ملنے کے لیے گئے، واپس آئے تو اُنھوں نے کہا کہ اُس نے نہیں مانا۔بس پھر اب اس کے بچنے کے حالات نہیں ہیں، کیونکہ تُو معافی چاہتا ہے تو تجھے بھی معاف کردینا چاہیے،تُو اللہ پاک سے اپنی خطاؤں کی معافی چاہتا ہے اور مشکلات کا حل چاہتا ہے تو تُو بھی لوگوں کے لیے مشکلات پیدا نہ کر۔

سب سے پہلے اپنے آپ کو آگ سے بچانا ہے، پھر اپنے بال بچوں کو آگ سے بچانا ہے، اُس کے بعد پھر باقی ذمہ داریوں کو نبھانا ہے:

فرمایا کہ ہمارا ایک ساتھی آیا اُس نے کہا کہ ڈاکٹر صاحب! میں اپنا سارا وقت چھٹی کے بعد تبلیغی مرکز میں وقف کرنا چاہتا ہوں۔اس کی گھروالی نے ہمارے گھر میں بتایا ہوا تھا کہ بیٹا اس کا آوارہ ہوا ہے۔تو میں نے کہا کہ بیٹا تو آپ کا آوارہ ہوا ہے،تو وہ بولا کہ ڈاکٹر صاحب! جب ابراہیم علیہ السّلام کی اولاد کو اللہ نے ضائع نہیں کیا تو ہماری اولاد کو بھی ضائع نہیں کرے گا۔میں نے اسے کہا کہ جناب! ابراہیم علیہ السّلام کی اولاد کی اللہ تبارک وتعالیٰ نے ذمہ داری اُٹھائی تھی جبکہ

تیرے بال بچے اللہ نے تیرے ذمہ لگائے ہیں، اُن کی تربیت تیرے ذمہ ہے۔سب سے پہلے اپنے آپ کو آگ سے بچانا ہے، پھر اپنے بال بچوں کو آگ سے بچانا ہے، اُس کے بعد پھر باقی۔یہ ترتیب ہے شریعت کی... یَـٰٓأَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا قُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِیْكُمْ نَارًا. یہ تربیت تو آپ کے ذمہ فرض، واجب کے درجے میں ہے، اس کو پہلے نبھانا ہے ورنہ ترتیب پر عمل نہ ہوا اور تجربہ ہے ہمارا کہ جو ترتیب کے مطابق عمل نہیں کرتا ایسی مشکلات میں پھنس جاتا ہے کہ اُس کا کوئی حل نہیں ہوتا۔چنانچہ اُس کا بیٹا اُس کے ہاتھ سے نکل گیا۔

معالجے اور مجاھدے میں فرق:

فرمایا کہ ایک خانقاہ سے آدمی آئے، اُن سے میں نے عرض کیا کہ آپ لوگوں کے پاس رات کے ۱۲ بجے آدمی پہنچتے ہیں اور اڑھائی بجے آپ پھر جگاتے ہیں اُن کو۔تو اُنہوں نے کہا کہ مجاہدہ کرایا جاتا ہے جس سے آدمی متاثر ہوتے ہیں، کچھ لے کر جاتے ہیں۔اس طرح کے مجاہدات مسلسل رہیں تو آدمی صحت کھو دیتا ہے پھر فرائض واجبات پر چلنے کے حالات نہیں رہتے۔شریعت میں مجاہدہ فقط احکامِ الٰہیہ کو پورا کرنے کے لیے تکالیف کو برداشت کرنے کو کہا ہوا ہے اور گناہوں سے بچنے کی جو تکالیف ہیں اُن کو برداشت کرنے کا کہا ہے۔شرعی مجاہدہ اتنا ہی ہے باقی جو صوفیاء کراتے ہیں وہ معالجہ ہے مجاہدہ نہیں ہے، اور معالجے میں ایسی سخت تکالیف میں ڈال لینا کہ صحت ہی ضائع ہو جائے، اس کی تو محققین صوفیاء نے اجازت نہیں دی ہے۔ یہ پورا فن ہے اور یہ حدیث اور تفسیر کے دوروں کے علاوہ فن ہے اگرچہ اُسی سے مستنبط ہے۔لیکن جس نے اس شعبے میں کام نہ کیا ہو وہ مدرسہ کا کتنا ہی ماہر اُستاد کیوں نہ ہو تربیت کے فن کا ماہر نہیں ہوتا۔حکیم الامت، مجدد الملت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ میرے پاس ایک اہلحدیث مولوی صاحب آئے ہوئے تھے، اتنے میں کوئی مرید آیا، اُس نے کہا حضرت! جذباتِ شہوانیہ بہت طاری ہوتے ہیں، بدکاری کے جذبات طاری ہوتے ہیں، تو اہلحدیث نے میرے بولنے سے پہلے جواب

دے دیا کہ روزے رکھو۔ اُس نے کہا کہ روزے رکھے ہیں، اُس سے شہوت اور زیادہ ہوگئی ہے۔ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں خاموش رہا کہ اب ماہرِ حدیث صاحب جواب دے۔ اب وہ خاموش... کوئی جواب نہیں دے سکتا۔ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا برخوردار! حدیث شریف میں فرمایا ہوا ہے کہ کثرت سے روزہ رکھے، محض روزے رکھے نہیں کہا ہوا۔ جب آدمی تھوڑے دن روزے رکھتا ہے... دو چار روزے رکھتا ہے تو اُس سے جذباتِ شہوانیہ اور اُبھرتے ہیں کیونکہ بدن کی رطوبتیں کم ہوتی ہے جبکہ ہم لوگ عام طور پر بسیار خوری (Over-eating) کرتے ہیں۔ کھانا ہر آدمی زیادہ کھا رہا ہے، جب کھانے کا بوجھ بدن سے ہٹتا ہے اور رطوبتیں کم ہوتی ہیں تو ڈاکٹر صاحبان اس بات کو سمجھتے ہیں Hormones concentrate ہوتے ہیں۔ تو جذبات پھر اُبھرتے ہیں، اور جب روزہ کثرت کے ساتھ ہوتا ہے تو اس سے نفس کے اندر ٹوٹ پھوٹ آتی ہے، شکستگی آتی ہے جو جذبات کو ٹھنڈا کرتی ہے۔ جس آدمی نے اس فن کو برتا ہوا ہوتا ہے، کیا ہوا ہوتا ہے، اس کا تجربہ ہوتا ہے۔

یہ تو ایسا فن ہے کہ شیخ کامل ہو اور مرید فہیم و مخلص ہو اور پوری شریعت کی الاھم فالاھم کے اُصول کے تحت تربیت لے لے تو دنیا و آخرت کے لحاظ سے کامیاب ہو کر نکلتا ہے۔ کمی تب رہ جاتی ہے جب یا شیخ اناڑی ہے یا مرید بے احتیاط ہے... تعلیمات پر عمل نہیں کرتا۔ یا بتانے والے نے تعلق مع اللہ محض کثرتِ نوافل اور کثرتِ ذکر بتایا ہے اور باقی زندگی میں روک ٹوک چھان بین اور تراش خراش نہیں کی۔

محبت ایک ایسا جذبہ اور قوت ہے جو اگر صحیح استعمال ہوجائے تو آدمی کو ٹاپ گئیر لگتا ہے، اور پھر اس کی سپیڈ اور رفتار کے کیا کہنے:

فرمایا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے انسان کے اندر جو قوتیں رکھی ہیں اِن میں ایک قوت محبت

کی ہے۔جس طرح موٹر گاڑی ہوتی ہے اُس کا فرسٹ گیئر، سیکنڈ، تھرڈ اور فورتھ گیئر ہوتا ہے اور ایک ٹاپ گیئر ہوتا ہے۔اب ہر گیئر کے لئے اپنی اپنی رفتار ہوتی ہے۔ٹاپ گیئر کی رفتار فرسٹ گیئر میں نہیں ہوتی...تو اسی طرح انسان کے اندر بھی اللہ تبارک وتعالیٰ نے استعدادیں اور قوتیں رکھی ہیں اور ان قوتوں میں ایک قوت محبت کی ہے۔اور اس کا مادہ کم زیادہ ہر انسان کے باطن اور قلب میں ہوتا ہے۔ باقاعدہ جدید تحقیقات کے تحت اس کے ساتھ متعلقہ Enzymes اور Hormones ہوتے ہیں۔جس کی وجہ سے اس جذبے کا احساس باطن میں ہوتا ہے۔بعض آدمیوں میں بہت کم ہوتا ہے، بعض میں زیادہ ہوتا ہے اور بعض سراپا جذبہ ہی جذبہ ہوتے ہیں۔تو یہ بہت بڑی قوت بہت بڑی توانائی اللہ تبارک وتعالیٰ نے انسان کے اندر رکھ دی ہے۔اس جذبے کا استعمال ہے، استعمال دُرست ہو جائے تو آدمی بڑے بڑے کارنامے سرانجام دیتا ہے اور غلط ہو جائے تو اس کے نتیجے میں انسان کی یہ قوت ضائع ہو جاتی ہے اور اس سے آدمی کچھ حاصل نہیں کر سکتا۔جو بڑا ڈاکو بنا ہوا ہے اُس کے اندر بڑا جرنیل بننے کی استعداد تھی لیکن تربیت غلط ہوئی جس کے نتیجے میں بجائے بڑا جرنیل بننے کے بڑا ڈاکو بن گیا اور اُس کی جرأت، شجاعت، حوصلہ اور دل کی قوت اُس میں استعمال ہوگئی۔

بعضے مجازی محبت کی داستانیں بزرگوں نے لکھوائی ہیں۔وہ اس لئے لکھوائی ہیں چونکہ مجاز ایسی چیز ہے جس کو آدمی دیکھتا ہے، محسوس کرتا ہے اور اُس کے واسطے سے حقیقت کو آدمی پہچان سکتا ہے۔

زندگی کا خلاصہ ہے **لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ**، کہ اس محبت کو خاص کرنا ذاتِ ذوالجلال کے ساتھ، اس محبت کو خاص کرنا حضور ﷺ کی ذاتِ باکمال کے ساتھ۔اگر محبت میں غلبہ ذاتِ الٰہی کی محبت کا ہوگیا تو اس سالک کو **فنا فی اللہ** کہتے ہیں اور اگر یہ جذبہ حضور ﷺ کی ذات کے لیے خاص ہوگیا تو اس کو **فنا فی الرّسول** کہتے ہیں۔تو فنا فی الرسول بھی ایک طرح سے

فنافی اللہ ہے جو بواسطۂ رسول ہے۔ کیونکہ یہ تعلق بھی اللہ تبارک وتعالیٰ کی وجہ سے ہے۔ اور کسی آدمی کا یہ جذبہ خاص ہوجاتا ہے جہاں اس کا بیعت کا تعلق ہے اپنے شیخ کے ساتھ، تو اس کو فنا فی الشیخ کہتے ہیں، تو یہ بھی دراصل دو واسطوں سے گزر کر فنافی اللہ ہی ہے۔ ایک ڈاکٹر اہلحدیث ہوگیا تھا اُس نے بندہ سے کہا کہ یہ کیا بات آپ لوگوں نے بنائی ہوئی ہے؟ فنافی اللہ، فنافی الرسول، فنافی الشیخ۔ فنافی الرسول کیا ہے؟، فنافی الشیخ کیا ہے؟ اُسے جب میں نے یہ تشریح کر کے بتایا کہ فنا فی اللہ، فنافی الرسول، فنافی الشیخ اسے کہتے ہیں، تو اس نے کہا اس طرح تو ٹھیک ہے۔ دراصل وہ توحید کے اس طرح قائل تھے جیسے حکیم الامت، مجدد الملت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ فرمایا کرتے تھے کہ اُن کو توحید کا ہیضہ ہوگیا ہے۔ سُبحان اللہ! تو محبت کا تقاضہ یہ ہے کہ آدمی اس کے رنگ میں رنگ جائے اور اُسکا ہوجائے، اس کی ہر چیز اس کو پسند آتی ہو، بھاتی ہو۔ اس کی ساری ادائیں، سارے طریقے، ساری باتیں آدمی اپنا لے۔ پھر اس پر آدمی کسی کو ترجیح نہیں دیتا اور اُس کو سب پر ترجیح دیتا ہے۔

ے چُن لیا میں نے تجھے سارا جہاں رہنے دیا
پیار نہ کرنا یہ دل کہتا رہا کہنے دیا

ے تجھ سے مانگوں میں تجھی کو کہ سبھی کچھ مل جائے
سو سوالوں سے یہی ایک سوال اچھا ہے

ے فراق ووصل چہ باشد رضائے دوست طلب
کہ حیف باشد از اُو غیر او تمنائے

ترجمہ: ملاقات اور جدائی کیا چیز ہے؟ دوست کی رضا طلب کرو کیونکہ اُس سے سوائے اُس کے کسی غیر کی تمنا کرنا بہت افسوس کی بات ہے۔

(جاری ہے)

اقتباس ملفوظات حکیم الامت حضرت تھانویؒ (جلد نمبر ۱۰)

(انتخاب جناب ڈاکٹر صفدر صاحب، ایوب میڈیکل کمپلکس، ایبٹ آباد)

مولانا اسماعیل صاحب شہیدؒ کے قافلہ میں ایک شخص شہید ہوگئے تھے جن کا نام بیدار بخت تھا وہ دیوبند کے رہنے والے تھے ان کی شہادت کی خبر آچکی تھی۔ ان بیدار بخت کے والد حسب معمول دیوبند میں اپنے گھر میں ایک رات کو تہجد کی نماز کے لئے اٹھے تو گھر کے باہر گھوڑے کے ٹاپوں کی آواز آئی اور پھر ایک شخص نے دروازہ کھلوایا، دروازہ کھولا دیکھا تو ان کے لڑکے بیدار بخت ہیں۔ یہ دیکھ کر حیران ہوئے کہ ان کے متعلق تو معلوم ہو چکا تھا کہ شہید ہو چکے ہیں یہ کیسے آگئے۔ بیدار بخت نے کہا کہ جلدی کوئی فرش وغیرہ بچھائیے۔ مولانا اسماعیل صاحب اور سید صاحب یہاں تشریف لا رہے ہیں۔ ان کے والد نے فوراً ایک بڑی چٹائی جو نئی خریدی تھی بچھا دی، ایک مجمع اس فرش پر آبیٹھا۔ بیدار بخت سے اس کے والد نے کہا تمہارے کہاں تلوار لگی تھی۔ انہوں نے اپنا ڈھاٹا کھولا اور اپنا نصف چہرہ اپنے دونوں ہاتھوں میں لے کر اپنے باپ کو دکھلایا کہ یہاں تلوار لگی تھی۔ ان کے باپ نے کہا کہ باندھ لو مجھ سے دیکھا نہیں جاتا۔ تھوڑی دیر بعد یہ سب حضرات واپس تشریف لے گئے۔ صبح کو بیدار بخت کے والد کو شبہ ہوا کہ یہ کہیں خواب تو نہ تھا مگر چٹائی پر دیکھا تو خون کے قطرے موجود تھے۔ یہ وہ قطرے تھے جو بیدار بخت کے چہرے سے گرتے ہوئے ان کے والد نے دیکھے تھے۔ ان قطروں کے دیکھنے سے وہ سمجھے کہ یہ بیداری کا واقعہ ہے۔ اس قصہ کی خبر جب مولانا محمد یعقوب صاحب نانوتویؒ کے والد ماجد مولانا مملوک علی صاحب نے سنی تو وہ اس قصہ کی تحقیق کے لئے نانوتہ سے دیوبند تشریف لائے اور بیدار بخت کے والد صاحب سے اس قصہ کو سنا۔ مولانا محمد یعقوب صاحب کے والد نے مولانا محمد یعقوب صاحب سے کہا اور مولانا محمد یعقوب صاحب نے مجھ سے یہ واقعہ بیان کیا اور بیدار بخت کے والد بھی بزرگ اور تہجد گزار تھے۔ اس حکایت کے سب راوی عالم اور بزرگ ہیں بجز میرے۔

زبان کی آفتوں کا بیان (آخری حصہ)

(ایسوسیٹ پروفیسر ڈاکٹر سید ناصر شاہ صاحب، سردار بیگم ڈینٹل کالج، پشاور)

(تلخیص "بابِ آفات اللسان" امام ابو حامد محمد الغزالیؒ کی معرکۃ الآراء تصنیف 'احیاء العلوم' سے ماخوذ)

سولہویں آفت چغل خوری:

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے، اور کسی ایسے شخص کا کہنا نہ مانیں جو بہت (جھوٹی) قسمیں کھانے والا ہو، بے وقعت ہو، طعنے دینے والا ہو اور چغلیاں لگاتا پھرتا ہو۔

(پارہ ۲۹، قلم، آیت ۱۰، ۱۱)

ایک آیت کے بعد ارشاد فرمایا سخت مزاج ہو اور ان کے علاوہ حرامزادہ بھی ہو۔

حضرت عبداللہ بن مبارکؒ نے اس کی تشریح میں اس امر کی طرف اشارہ فرمایا ہے کہ جو بات نہ چھپا سکے اور چغل خوری میں مبتلا ہو وہ حرام زادہ ہے۔

حضورﷺ کا ارشاد مبارک ہے، "چغل خور جنت میں نہیں جائے گا۔" کہا جاتا ہے کہ قبر کا ایک تہائی عذاب چغل خوری سے ہوگا۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما حضورﷺ کا یہ ارشاد روایت کرتے ہیں، "اللہ تعالیٰ نے جب جنت کو پیدا کیا تو اس سے فرمایا کچھ بول! اس نے کہا جو شخص میرے اندر داخل ہوگا وہ خوش نصیب ہوگا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا میری عزت و جلال کی قسم آٹھ طرح کے لوگ تیرے اندر نہیں رہیں گے۔ عادی شراب نوش، زنا پر اصرار کرنے والا، چغل خور، دیوّث، ظالم سپاہی، مخنث (ہیجڑا پن کا پیشہ کرنے والا)، قاطع رحم اور وہ شخص جو خدا کی قسم کھا کر کوئی وعدہ کرے اور پھر پورا نہ کرے۔

سترہویں آفت دو رُخا پن:

دو رُخا پن عین نفاق (منافقت) ہے۔ حضورﷺ کا ارشاد ہے، "جس شخص کے دنیا میں دو چہرے ہوں گے قیامت کے دن اس کے منہ میں آگ کی دو زبانیں ہوں گی۔"

حضرت ابو ہریرہؓ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد نقل کرتے ہیں، ’’قیامت کے دن اللہ کے بندوں میں سے نہایت برا دو رُخے شخص کو پاؤ گے کہ ان سے کچھ کہتا ہے اور اُن سے کچھ۔‘‘

اس امر پر سب کا اتفاق ہے کہ دو شخصوں سے دو رُخی ملاقات کرنا نفاق ہے۔ نفاق کی بے شمار علامتیں ہیں ان میں سے ایک علامت دو رُخا پن ہے۔

اٹھارہویں آفت مدح:

بعض موقعوں پر مدح (تعریف) بھی جائز نہیں۔ مدح میں چھ آفتیں ہیں۔ چار کا تعلق مدح کرنے والے سے ہے اور دو کا تعلق اس شخص سے ہے جس کی مدح کی جائے۔

مدح کرنے والے سے متعلق پہلی آفت یہ ہے کبھی وہ اس قدر افراط کرتا ہے کہ جھوٹ ہو جاتا ہے۔ خالد ابن معدان کہتے ہیں کہ جو شخص کسی کی تعریف میں ایسی بات کرے جو ممدوح میں نہ ہو تو اسے اللہ تعالیٰ قیامت کے روز اس حال میں اُٹھائے گا کہ اس کی زبان لڑکھڑاتی ہوگی۔

دوسری آفت یہ ہے کہ کبھی تعریف میں ریا بھی شامل ہو جاتی ہے یعنی وہ ممدوح کی ان تمام خوبیوں کا دل سے معترف نہیں ہوتا بلکہ وہ محض نمائشی محبت کے لئے ان کا اظہار کرتا ہے۔ اس طرح وہ ریا کار اور منافق ہوتا ہے۔

تیسری آفت یہ ہے کہ بعض اوقات وہ ایسی باتیں بیان کرتا ہے جن کی اسے نہ تحقیق ہوتی ہے اور نہ علم و اطلاع۔ حضرت عمرؓ نے کسی شخص کو تعریف کرتے ہوئے سنا تو اس سے پوچھا: کیا تو نے اس کے ساتھ سفر کیا ہے؟ اس نے عرض کیا نہیں۔ آپؓ نے پوچھا: کیا تو نے اس سے کبھی بیع و شراء (خرید و فروخت) یا لین دین کا کوئی معاملہ کیا ہے؟ اس نے نفی میں جواب دیا۔ آپؓ نے پوچھا: کیا تو اس کے صبح شام کا پڑوسی ہے؟ اس نے اس کا جواب بھی نفی میں دیا۔

حضرت عمرؓ نے فرمایا: اللہ کی قسم میرے خیال میں تو اسے نہیں جانتا۔ علم و تحقیق کے بغیر تعریف کر رہا ہے۔ کسی آدمی کے اوصاف سفر، معاملات اور ہر وقت کی قربت سے نمایاں ہوتے ہیں۔ جبکہ تو نہ تو اس کے اسفار کا رفیق ہے، نہ ہمسایہ ہے اور نہ تو نے اس سے خرید و فروخت کے معاملات کیے ہیں، پھر کس بناء پر اس کی تعریف کر رہا ہے؟

چوتھی آفت یہ ہے کہ مدح کرنے والا اپنی مدح سے ظالم اور فاسق ممدوح کو خوش ہونے کا موقع دیتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے: جب فاسق کی تعریف کی جاتی ہے تو اللہ تعالیٰ ناراض ہوتے ہیں۔

ممدوح سے متعلق پہلی آفت یہ ہے کہ تعریف وستائش سے اس کے دل میں کبر اور عجب پیدا ہوتا ہے، یہ دونوں صفتیں ہلاک کرنے والی ہیں۔ دوسری آفت یہ ہے کہ تعریف سے یہ غلط فہمی اس کے دل میں راسخ ہو جائے گی کہ میں اچھا ہوں اس لئے لوگ میری تعریف کر رہے ہیں۔ یہ اسے سست روی اور خود پسندی کے مرض میں مبتلا کر دے گی۔

انیسویں آفت کلام کی غلطیوں سے غفلت:

خاص طور پر اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات اور دین سے متعلق غلطیوں سے غفلت برتنا بڑی آفت ہے۔ علم اور فصاحت سے محروم لوگوں کا کلام لغزشوں سے خالی نہیں ہوتا۔ اس طرح کی غلطیوں کی مثال حضرت خذیفہؓ کی یہ روایت ہے کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم میں سے کوئی یہ نہ کہے کہ جو اللہ اور میں چاہوں بلکہ یوں کہے جو اللہ نے چاہا پھر میں نے چاہا۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ تم میں سے بعض لوگ ایسا شرک کرتے ہیں کہ کتے تک کو شریک بنا دیتے ہیں یعنی یوں کہتے ہیں کہ اگر یہ کتا نہ ہوتا تو آج رات ہمارے گھر میں چوری ہو گئی ہوتی۔

ابراہیمؒ فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شخص کسی کو گدھا یا سور کہہ کر پکارے گا تو قیامت کے

روز باری تعالیٰ اس سے پوچھیں گے کہ بتا کیا میں نے اسے گدھا بنایا تھا، کیا میں نے اسے خنزیر بنا کر پیدا کیا تھا؟

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: فاسق کو اپنا سردار مت کہو اگر وہ تمہارا سردار ہوا تو تم نے اپنے رب کو ناراض کر دیا۔

بیسویں آفت عام لوگوں کے سوالات:

یہ بھی بڑی آفت ہے کہ عوام الناس اللہ تعالیٰ کی صفات کے بارے میں طرح طرح کے سوالات کرتے ہیں۔ اسی طرح تقدیر کے بارے میں سوالات، قرآن کلام ہے یا مخلوق، وغیرہ۔ حالانکہ عوام کا حق صرف اتنا ہے کہ وہ شریعت کے احکام کی تعمیل کریں۔ لیکن چونکہ عمل نفس پر شاق گزرتا ہے اور فضول بحثوں میں وہ لذت محسوس کرتا ہے اس لئے وہ لوگ بھی علم کے دروازے پر دستک دیتے نظر آتے ہیں جن کا اس سے دور کا کوئی واسطہ بھی نہیں ہوتا۔

عوام کا کام صرف اتنا ہے کہ جو کچھ قرآنِ کریم میں نازل ہوا ہے اس پر بلا چوں و چرا ایمان لائیں اور عبادات میں مشغول ہوں۔ ان عبادات کے اسرار کے بارے میں پوچھنا بے ادبی ہے۔ البتہ وہ ایسے سوالات پوچھ سکتے ہیں جن سے ان کے عمل پر مدد مل سکے، ان کی عبادات غلطی سے پاک ہوں اور بہتر سے بہتر طریقے سے ادا کر سکیں۔ عوام مختلف اعمال سے متعلقہ مسائل کا علم حاصل کر سکتے ہیں اور ان اعمال کے فضائل اور نہ کرنے کی وعیدوں کے بارے میں پوچھ سکتے ہیں۔

زبان سے متعلق آفات کا ذکر تمام ہوا۔ ان تمام آفات سے بچنے کا مؤثر اور جامع طریقہ ہے خاموشی اور ضروری کلام کا احتساب۔

☆☆☆☆☆☆☆

حسد کا عبرتناک انجام

(امام ابوحامد محمد الغزالیؒ کی معرکۃ الآرا تصنیف 'احیاء العلوم' سے انتخاب)

بکر بن عبداللہ کہتے ہیں کہ ایک شخص بادشاہ کے سامنے کھڑا ہوکر یہ جملہ کہا کرتا تھا کہ محسن کے احسان کے بدلہ میں اس کے ساتھ سلوک کرنا چاہئے کیونکہ بدی کرنے والے کو تو خود اس کی بدی تیری طرف کفایت کرے گی۔ اس شخص پر، اُس کے رتبہ پر ایک شخص کو حسد ہوئی یہاں تک کہ بادشاہ سے اس کی چغلی کی کہ آپ اس شخص کو اپنے پاس بلائیں جب آپ کے قریب آئے گا تو اپنی ناک بند کر لے گا کہ آپ کے منہ کی بدبو نہ آئے۔ بادشاہ نے کہا اچھا ہم کل امتحان کریں گے۔ اِدھر تو بادشاہ سے یہ کہہ گیا اُدھر اُس شخص کی دعوت کر کے ایسا کھانا کھلایا جس میں بہت سا لہسن تھا۔ اتنے میں دربار کا وقت آگیا۔ وہ شخص حسبِ دستور بادشاہ کے سامنے جا کھڑا ہوا اور وہی جملہ کہا۔ بادشاہ نے اُس کو اپنے پاس بلایا۔ اُس نے اس خوف سے کہ کہیں بادشاہ کو میرے منہ سے لہسن کی بدبو نہ آئے اپنے منہ پر ہاتھ رکھ لیا اور پاس گیا۔ بادشاہ کو گمان ہوا کہ کل جو فلاں شخص اس کی نسبت کچھ کہہ گیا تھا وہ درست ہے۔ اسی وقت اپنے ایک عامل کو رقعہ دستخط خاص سے لکھا کہ جب حاملِ رقعہ تیرے پاس آئے تو اس کو قتل کر کے اس کے چمڑے میں بھُس بھروا کر ہمارے پاس بھیج دینا۔ رقعہ اس شخص کے حوالہ کیا کہ فلاں عامل کے پاس یہ لے جا۔ یہ شخص رقعہ لے کر دربار سے نکلا۔ اس بادشاہ کا معمول یہ تھا کہ رقعہ دستخطی خاص صرف انعام اور خلعت کے واسطے لکھا کرتا تھا۔ راستے میں وہ حاسد شخص ملا۔ اُس کے ہاتھ میں رقعہ دیکھ کر پوچھا یہ رقعہ کیسا ہے؟ اس نے کہا فلاں

عامل کے نام دستخطی خاص رقعہ ہے اس کے پاس لئے جاتا ہوں۔ اس حاسد نے سمجھا کہ ضرور اس میں کچھ انعام و جاگیر لکھا ہوگا۔ اُس نے اُس شخص سے کہا کہ یہ رقعہ مجھ کو دے ڈال میں لے جاؤں۔ اُس نے کہا میں نے تجھ کو ہبہ کیا لے جا۔ جب رقعہ لے کر عامل کے پاس گیا اس نے پڑھ کر حامل کو قتل کر کے اور کھال کھنچوا کر اس میں بھس بھر کے بادشاہ کے حضور بھیجنے کا حکم دیا۔ اب تو یہ بہت گھبرایا اور کہنے لگا اس کا اصل حامل تو اور شخص ہے میں نہیں ہوں۔ خدا کے واسطے مجھے یہ رقعہ دے دو کہ میں بادشاہ کے پاس واپس لے جاؤں۔ عامل نے کہا بادشاہ کا رقعہ واپس نہیں ہوسکتا۔ غرض اس کو ذبح کر کے کھال اُتروا کر بادشاہ کی خدمت میں بھیج دیا۔ اب اُس شخص کا حال سنیئے کہ وہ بدستور وقت مقررہ پر پھر بادشاہ کے سامنے گیا اور جو جملہ کہا کرتا تھا وہی کہا۔ بادشاہ نے حیران ہو کر پوچھا کہ رقعہ کا کیا ہوا؟ اس نے عرض کیا کہ راستے میں فلاں شخص مجھ کو ملا اس نے مانگا میں نے اس کو ہبہ کر دیا۔ بادشاہ نے کہا کہ وہ یوں کہتا ہے کہ تو مجھ کو گندہ دہن کہتا پھرتا ہے۔ اس نے کہا میں نے ہرگز نہیں کہا۔ بادشاہ نے پوچھا کہ پھر جب میں نے تم کو اپنے پاس بلایا تھا تو تو تو نے اپنا ہاتھ منہ پر کیوں رکھ لیا تھا۔ اس نے کہا کہ اسی شخص نے مجھ کو ایسا کھانا کھلا دیا تھا جس میں لہسن تھا میں نے منہ اس واسطے بند کیا تھا کہ حضور کو لہسن کی بو نہ معلوم ہو۔ بادشاہ نے کہا کہ خیر اپنا کام کر بدی کرنے والے کو اس کی بدی کفایت کر گئی۔

فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو بہت بھیجا کرے گا تم میں سے درود میرے اوپر تو اس کی بہت بیویاں ہوں گی جنت میں۔ (دلائل الخیرات)

بِسْمِ اللّٰہِ الْرَ حْمٰنِ الْرَ حِیْمo

یَـا مُـصَوِّرُیَا مُصَوِّرُیَا مُصَوِّرُوَ لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ سُلٰلَةٍمِّنْ طِیْنٍ o ثُمَّ جَعَلْنٰهُ نُطْفَةً فِیْ قَرَارِمَکِیْنٍ o ثُـمَّ خَـلَـقْـنَا النُّطْفَةَعَلَقَةًفَخَلَقْنَا الْعَلَقَةَمُضْغَةً فَخَلَقْنَا الْمُضْغَةَ عِظٰما فَکَسَوْنَاعِظٰمَ لَحْماً ق ثُمَّ اَنْشَئْنٰهُ خَلْقاً اٰخَرَفَتَبٰرَکَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخَالِقِیْنِ o رَبِّ هَبْ لِـیْ مِـنَ الـصَّالِحِیْنِ o رَبِّ لَا تَـذَرْنِـیْ فَـرْدًاوَّ اَنْـتَ خَیْرُالْوَارِثِیْن o رَبِّ هَـبْ لِیْ مِنْ لَّدُنْکَ ذُرِّیَةً طَیِّبَةً ط اِنَّکَ سَـمِیْعُ الدُّعَاءِ ط یَهَـبُ لِـمَـنْ یَّشَآءُ اِنٰثاوَّیَهَبُ لِمَنْ یَّشَآءُ الذُّکُوْرًا ط اِلٰهِی بَحُرْمَتِ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمْ وَ اَهْلِ بَیْتِ الْعِظَّام.

بِسْمِ اللّٰہِ الْرَ حْمٰنِ الْرَ حِیْمo

یَا مُصَوِّرُ یَا مُصَوِّرُ یَا مُصَوِّرُ وَ لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ طِيْنٍ ۝ ثُمَّ جَعَلْنٰهُ نُطْفَةً فِیْ قَرَارٍ مَّكِيْنٍ ۝ ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَةَ عَلَقَةً فَخَلَقْنَا الْعَلَقَةَ مُضْغَةً فَخَلَقْنَا الْمُضْغَةَ عِظٰمًا فَكَسَوْنَا الْعِظٰمَ لَحْمًا ۖ ثُمَّ اَنْشَاْنٰهُ خَلْقًا اٰخَرَ فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخَالِقِيْنَ ۝ رَبِّ هَبْ لِیْ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ۝ رَبِّ لَا تَذَرْنِیْ فَرْدًا وَّ اَنْتَ خَيْرُ الْوٰرِثِيْنَ ۝ رَبِّ هَبْ لِیْ مِنْ لَّدُنْكَ ذُرِّيَّةً طَيِّبَةً ۚ اِنَّكَ سَمِيْعُ الدُّعَاءِ ۚ يَهَبُ لِمَنْ يَّشَآءُ اِنٰثًا وَّيَهَبُ لِمَنْ يَّشَآءُ الذُّكُوْرَا ۚ اِلٰهِی بِحُرْمَتِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمْ وَ اَهْلِ بَيْتِ الْعِظَّامِ.

دارۂ اشرفیہ عزیزیہ کی تربیتی ترتیب

حضرت مولانا محمد اشرف سلیمانی پشاوری رحمۃ اللہ علیہ کی تعلیمات کی روشنی میں تربیتی ترتیب کو تین درجوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔

درجہ اوّل: تعلیم الاسلام (مفتی کفایت اللہ صاحبؒ) کا چار پانچ مرتبہ مطالعہ تاکہ مسائل ذہن نشین ہو جائیں، جہاں سمجھ نہ آئے خود فیصلہ کرنے کی بجائے علماء سے پوچھنا، استعداد اچھی ہو تو اپنے گھر یا مسجد میں چند ساتھیوں کے ساتھ مل کر اس کو سبقاً سبقاً پڑھنا۔

اُم الامراض، اکابر کا سلوک واحسان، فیضِ شیخ (حضرت مولانا زکریاؒ)

تسہیلِ قصد السبیل، تسہیل المواعظ، اصلاحی نصاب (دس رسالوں کا مجموعہ از حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ)

درجہ دوم: بہشتی زیور، ملفوظاتِ حکیم الامت (مولانا اشرف علی تھانویؒ)، اُسوۂ رسول اکرم

صلی اللہ علیہ وسلم (حضرت ڈاکٹر عبدالحئی صاحبؒ)، آپ بیتی (حضرت مولانا زکریاؒ)، تذکرۃ الاولیاء (شیخ فریدالدین عطارؒ) اور کیمیائے سعادت (امام غزالیؒ)

درجہ سوم: سلوکِ سلیمانی (حضرت مولانا محمد اشرف سلیمانیؒ) تربیت السالک، التکشف، بوادر نوادر، انفاس عیسیٰ، بصائر حکیم الامت (حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ)، احیاء العلوم (امام غزالیؒ)

جہری ذکر کی احتیاط اور طریقہ

سارے تصوف کے سلاسل کی طرح ہمارے سلسلہ میں بھی ذِکر کو قلب کی اصلاح میں بطور بنیادی ذریعہ شامل کیا گیا ہے۔ سلسلہ کی ترتیب میں چشتیہ صابریہ جہری طریقہ ذِکر، ضرب کے ساتھ اختیار کیا گیا ہے۔ پہلے درجہ میں صرف سوبار لاالہ الا اللّٰہ، سوبار الااللّٰہ اور سوبار اللّٰہ کا ذِکر کیا جاتا ہے۔ دوسرے اور تیسرے درجہ میں لا الہ الااللّٰہ دوسوبار، الااللّٰہ چارسوبار، اللّٰہُ اللّٰہ چھ سوبار، اللّٰہ سوبار کی اجازت دی جاتی ہے۔

کتابوں کا مطالعہ تو ہر کوئی کرسکتا ہے جبکہ جہری ذِکر کی ترتیب کے لیے بیعت، مشورہ اور اس کے طریقہ کو بالمشافہ (آمنے سامنے) سیکھنا ضروری ہے، خود سے کرنے میں ذہنی وجسمانی نقصان کا خطرہ ہوسکتا ہے۔

ایک ناقابلِ انکار حقیقت

انسان خدا تعالیٰ کا انکار کرسکتا ہے، رسول کا انکار کرسکتا ہے آخرت کا انکار کرسکتا ہے لیکن ایک ایسی حقیقت جس کا انکار نہیں کرسکتا وہ موت ہے۔

؎ جان جانی ہے جا کر رہے گی موت آنی ہے آ کر رہے گی

كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ ط وَ اِنَّمَا تُوَفَّوْنَ اُجُوْرَكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ط فَمَنْ زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ وَاُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ

ترجمہ: ہر جی کو چکھنی ہے موت اور تم کو قیامت کے دن پورے بدلے ملیں گے۔ پھر جو کوئی دور کیا گیا دوزخ سے اور داخل کیا گیا جنت میں اُس کا کام تو بن گیا۔

؎ پھول بننے کی خوشی میں مسکرائی تھی کلی کیا خبر تھی یہ تغیر موت کا پیغام ہے

اَلْمَوْتُ قَدْحٌ كُلُّ نَفْسٍ شَارِبُوْهَا وَالْقَبْرُ بَابٌ كُلُّ نَفْسٍ دَاخِلُوْهَا

ترجمہ: موت ایک پیالہ ہے جسے ہر نفس نے پینا ہے اور قبر ایک دروازہ ہے جس سے ہر نفس نے داخل ہونا ہے۔

حضرت مولانا محمد اشرف صاحبؒ فرمایا کرتے تھے کہ اُن کے شیخ حضرت شاہ عبدالعزیز دعا جو دہلوی رحمت اللہ علیہ تہجد سے پہلے یہ شعر پڑھا کرتے تھے۔

شب تاریک، رہ باریک، منزل دور، من تنہا دستم گیر یااللہ!، دستم گیر یااللہ!

رات اندھیری، راہ ہے ٹیڑھی، منزل دور اور ہم تنہا پکڑیو ہاتھ یااللہ!، پکڑیو ہاتھ یااللہ!

بہرحال جن کی آخرت آباد ہے اُن کے لئے تو بشارت ہے:

اَلْمَوْتُ جِسْرٌ يُّوْصِلُ الْحَبِيْبَ اِلَى الْحَبِيْب

ترجمہ: موت ایک پُل ہے جو دوست کو دوست سے ملا دیتا ہے۔

حضرت شاہ صاحبؒ ہی شعر پڑھا کرتے تھے:

بلا سے نزع میں تکلیف کیا ہے سکونِ خاطر بھی کم نہیں ہے
کسی سے ملنے کی ہیں اُمیدیں کسی سے چھٹنے کا غم نہیں ہے

یہ عالم عیش و عشرت کا یہ حالت کیف و مستی کی بلند اپنا تخیل کر یہ سب باتیں ہیں پستی کی
جہاں دراصل ویرانہ ہے گو صورت ہے بستی کی بس اتنی سی حقیقت ہے 'فریبِ خوابِ ہستی' کی
کہ آنکھیں بند ہوں اور آدمی افسانہ ہو جائے

ادارۂ اشرفیہ عزیزیہ کی تربیتی سرگرمیاں

اِدارۂ اشرفیہ عزیزیہ، جو بندہ کے شیخ حضرت مولانا محمد اشرف صاحب سلیمانی پشاوریؒ اور حضرت مولانا محمد اشرف صاحبؒ کے شیخ شاہ عبدالعزیز دعا جو دہلویؒ کی یاد میں قائم ہوا ہے، سالانہ مندرجہ ذیل اصلاحی سرگرمیوں میں مصروف رہتا ہے۔

۱۔ درسِ قرآن: ہفتہ میں چھ دن بعد نماز عشاء، مدینہ مسجد، پشاور یونیورسٹی۔

۲۔ مجلسِ ملفوظات: ہفتہ میں سات دن بوقتِ اشراق، مسجدِ فردوس، پشاور یونیورسٹی۔

۳۔ مجلسِ ذکر: بروزِ اتوار مغرب تا عشاء، مدینہ مسجد، پشاور یونیورسٹی۔

۴۔مجلسِ ذکر: بروزِ پیر مغرب تا عشاء، مسجدِ نور، فیز تھری، حیات آباد، پشاور۔

۵۔مجلسِ ذکر: بروزِ منگل مغرب تا عشاء، مسجدِ فردوس، پشاور یونیورسٹی۔

۶۔عورتوں کی مجلس: بروزِ ہفتہ عصر تا مغرب، حضرت مولانا اشرف صاحبؒ کے گھر، دھوبی گھاٹ، پشاور یونیورسٹی۔

۷۔جمعہ کا خطبہ: مدینہ مسجد، پشاور یونیورسٹی۔

۸۔ماہوار اجتماع: اس کے لئے تاریخ مقرر کی جاتی ہے۔اجتماع بروزِ ہفتہ مغرب سے شروع ہوکر بوقت چاشت اتوار کو ختم ہوتا ہے۔مہمانوں کے قیام وطعام کا بندوبست ادارہ کی طرف سے ہوتا ہے۔

۹۔رمضان: پہلے بیس دن ہر روز مغرب سے پہلے مدینہ مسجد، پشاور یونیورسٹی میں مجلسِ ذکر ہوتی ہے۔مہمانوں کا افطار ادارہ کی طرف سے ہوتا ہے۔آخری عشرہ میں تربیتی اعتکاف ہوتا ہے جس میں کثیر تعداد شرکت فرماتی ہے۔

۱۰۔موسمِ گرما کا اجتماع: موسمِ گرما میں شمالی علاقہ جات میں کسی ٹھنڈے مقام پر سالانہ اجتماع منعقد کیا جاتا ہے۔

(ڈاکٹر فدا محمد مد ظلہٗ)

☆☆☆☆☆☆☆

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ ۝

يَا مُصَوِّرُ يَا مُصَوِّرُ يَا مُصَوِّرُ وَ لَقَدۡ خَلَقۡنَا الۡاِنۡسَانَ مِنۡ سُلٰلَةٍ مِّنۡ طِيۡنٍ ۝ ثُمَّ جَعَلۡنٰهُ نُطۡفَةً فِيۡ قَرَارٍ مَّكِيۡنٍ ۝ ثُمَّ خَلَقۡنَا النُّطۡفَةَ عَلَقَةً فَخَلَقۡنَا الۡعَلَقَةَ مُضۡغَةً فَخَلَقۡنَا الۡمُضۡغَةَ عِظٰمًا فَكَسَوۡنَا الۡعِظٰمَ لَحۡمًا ق ثُمَّ اَنۡشَاۡنٰهُ خَلۡقًا اٰخَرَ فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ اَحۡسَنُ الۡخَالِقِيۡنَ ۝ رَبِّ هَبۡ لِيۡ مِنَ الصّٰلِحِيۡنَ ۝ رَبِّ لَا تَذَرۡنِيۡ فَرۡدًا وَّ اَنۡتَ خَيۡرُ الۡوٰرِثِيۡنَ ۝ رَبِّ هَبۡ لِيۡ مِنۡ لَّدُنۡكَ ذُرِّيَّةً طَيِّبَةً ط اِنَّكَ سَمِيۡعُ الدُّعَاءِ ط يَهَبُ لِمَنۡ يَّشَآءُ اِنَاثًا وَّيَهَبُ لِمَنۡ يَّشَآءُ الذُّكُوۡرَا ط اِلٰهِي بَحُرۡمَتِ رَسُوۡلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

عَلَيۡهِ وَسَلَّمۡ وَ اَهۡلِ بَيۡتِ الۡعِظَّام.

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ ۝

يَا مُصَوِّرُ يَا مُصَوِّرُ يَا مُصَوِّرُ وَ لَقَدۡ خَلَقۡنَا الۡاِنۡسَانَ مِنۡ سُلٰلَةٍ مِّنۡ طِيۡنٍ ۝ ثُمَّ جَعَلۡنٰهُ نُطۡفَةً فِيۡ قَرَارٍ مَّكِيۡنٍ ۝ ثُمَّ خَلَقۡنَا النُّطۡفَةَ عَلَقَةً فَخَلَقۡنَا الۡعَلَقَةَ مُضۡغَةً فَخَلَقۡنَا الۡمُضۡغَةَ عِظٰمًا فَكَسَوۡنَا الۡعِظٰمَ لَحۡمًا ق ثُمَّ اَنۡشَاۡنٰهُ خَلۡقًا اٰخَرَ فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ اَحۡسَنُ الۡخٰلِقِيۡنَ ۝ رَبِّ هَبۡ لِيۡ مِنَ الصّٰلِحِيۡنَ ۝ رَبِّ لَا تَذَرۡنِيۡ فَرۡدًا وَّ اَنۡتَ خَيۡرُ الۡوٰرِثِيۡنَ ۝ رَبِّ هَبۡ لِيۡ مِنۡ لَّدُنۡكَ ذُرِّيَّةً طَيِّبَةً ط اِنَّكَ سَمِيۡعُ الدُّعَاءِ ط يَهَبُ لِمَنۡ يَّشَآءُ اِنَاثًا وَّيَهَبُ لِمَنۡ يَّشَآءُ الذُّكُوۡرَا ط اِلٰهِيۡ بِحُرۡمَتِ رَسُوۡلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيۡهِ وَسَلَّمۡ وَ اَهۡلِ بَيۡتِ الۡعِظَّام.

ادارۂ اشرفیہ عزیزیہ کی تربیتی ترتیب

حضرت مولانا محمد اشرف سلیمانی پشاوری رحمۃ اللہ علیہ کی تعلیمات کی روشنی میں تربیتی ترتیب کو تین درجوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔

درجہ اوّل: تعلیم الاسلام (مفتی کفایت اللہ صاحبؒ) کا چار پانچ مرتبہ مطالعہ تاکہ مسائل ذہن نشین ہو جائیں، جہاں سمجھ نہ آئے خود فیصلہ کرنے کی بجائے علماء سے پوچھنا، استعداد اچھی ہو تو اپنے گھر یا مسجد میں چند ساتھیوں کے ساتھ مل کر اس کو سبقاً سبقاً پڑھنا۔

اُم الامراض، اکابر کا سلوک و احسان، فیضِ شیخ (حضرت مولانا زکریاؒ)

تسہیلِ قصد السبیل، تسہیل المواعظ، اصلاحی نصاب (دس رسالوں کا مجموعہ از حضرت مولانا اشرف

علی تھانویؒ)

درجہ دوم: بہشتی زیور، ملفوظاتِ حکیم الامت (مولانا اشرف علی تھانویؒ)، اُسوۂ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم (حضرت ڈاکٹر عبدالحئی صاحبؒ)، آپ بیتی (حضرت مولانا زکریاؒ)، تذکرۃ الاولیاء (شیخ فریدالدین عطارؒ) اور کیمیائے سعادت (امام غزالیؒ)

درجہ سوم: سلوکِ سلیمانی (حضرت مولانا محمد اشرف سلیمانیؒ) تربیت السالک، التکشف، بوادرنوادر، انفاس عیسیٰ، بصائرحکیم الامت (حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ)، احیاءالعلوم (امام غزالیؒ)

جھری ذِکر کی احتیاط اور طریقہ

سارے تصوف کے سلاسل کی طرح ہمارے سلسلہ میں بھی ذِکر کو قلب کی اصلاح میں بطور بنیادی ذریعہ شامل کیا گیا ہے۔ سلسلہ کی ترتیب میں چشتیہ صابریہ جہری طریقہ ذِکر، ضرب کے ساتھ اختیار کیا گیا ہے۔ پہلے درجہ میں صرف سوبار لا الٰہ الا اللّٰہ، سوبار الا اللّٰہ اور سوبار اللّٰہ کا ذِکر کیا جاتا ہے۔ دوسرے اور تیسرے درجہ میں لا الٰہ الا اللّٰہ دوسوبار، الا اللّٰہ چارسوبار اللّٰہُ اللّٰہ چھ سوبار، اللّٰہ سوبار کی اجازت دی جاتی ہے۔

کتابوں کا مطالعہ تو ہر کوئی کرسکتا ہے جبکہ جہری ذِکر کی ترتیب کے لیے بیعت، مشورہ اور اس کے طریقہ کو بالمشافہ (آمنے سامنے) سیکھنا ضروری ہے، خود سے کرنے میں ذہنی وجسمانی نقصان کا خطرہ ہوسکتا ہے۔

ایک ناقابلِ انکار حقیقت

انسان خدا تعالیٰ کا انکار کرسکتا ہے، رسول کا انکار کرسکتا ہے آخرت کا انکار کرسکتا ہے لیکن ایک ایسی حقیقت جس کا انکار نہیں کرسکتا وہ موت ہے۔

؎ جان جانی ہے جا کر رہے گی موت آنی ہے آ کر رہے گی

كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ ط وَ اِنَّمَا تُوَفَّوْنَ اُجُوْرَكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ط فَمَنْ زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ وَاُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ

ترجمہ: ہر جی کو چکھنی ہے موت اور تم کو قیامت کے دن پورے بدلے ملیں گے۔ پھر جو کوئی دور کیا گیا دوزخ سے اور داخل کیا گیا جنت میں اُس کا کام تو بن گیا۔

؎ پھول بننے کی خوشی میں مسکرائی تھی کلی کیا خبر تھی یہ تغیر موت کا پیغام ہے

اَلْمَوْتُ قَدَحٌ کُلُّ نَفْسٍ شَارِبُوْهَا وَالْقَبْرُ بَابٌ کُلُّ نَفْسٍ دَاخِلُوْهَا

ترجمہ: موت ایک پیالہ ہے جسے ہر نفس نے پینا ہے اور قبر ایک دروازہ ہے جس سے ہر نفس نے داخل ہونا ہے۔

حضرت مولانا محمد اشرف صاحبؒ فرمایا کرتے تھے کہ اُن کے شیخ حضرت شاہ عبدالعزیز دعاجو دہلوی رحمت اللہ علیہ تہجد سے پہلے یہ شعر پڑھا کرتے تھے۔

شب تاریک، رہ باریک، منزل دور، من تنہا دستم گیر یااللہ!، دستم گیر یااللہ!

رات اندھیری، راہ ہے ٹیڑھی، منزل دور اور ہم تنہا پکڑیو ہاتھ یااللہ!، پکڑیو ہاتھ یا اللہ!

بہرحال جن کی آخرت آباد ہے اُن کے لئے تو بشارت ہے:

اَلْمَوْتُ جَسْرٌ یُّوْصِلُ الْحَبِیْبَ اِلَی الْحَبِیْبِ

ترجمہ: موت ایک پُل ہے جو دوست کو دوست سے ملا دیتا ہے۔

حضرت شاہ صاحبؒ ہی شعر پڑھا کرتے تھے:

؎ بلا سے نزع میں تکلیف کیا ہے سکونِ خاطر بھی کم نہیں ہے
کسی سے ملنے کی ہیں اُمیدیں کسی سے چھٹنے کا غم نہیں ہے

یہ عالم عیش وعشرت کا یہ حالت کیف ومستی کی بلند اپنا تخیل کر یہ سب باتیں ہیں پستی کی
جہاں دراصل ویرانہ ہے گو صورت ہے بستی کی بس اتنی سی حقیقت ہے 'فریبِ خوابِ ہستی' کی
کہ آنکھیں بند ہوں اور آدمی افسانہ ہو جائے

ادارۂ اشرفیہ عزیزیہ کی تربیتی سرگرمیاں

اِدارۂ اشرفیہ عزیزیہ، جو بندہ کے شیخ حضرت مولانا محمد اشرف صاحب سلیمانی پشاوریؒ اور حضرت مولانا محمد اشرف صاحبؒ کے شیخ شاہ عبدالعزیز دعاجو دہلویؒ کی یاد میں قائم ہوا ہے، سالانہ مندرجہ ذیل اصلاحی سرگرمیوں میں مصروف رہتا ہے۔

ا۔ درسِ قرآن: ہفتہ میں چھ دن بعد نماز عشاء، مدینہ مسجد، پشاور یونیورسٹی۔

۲۔مجلسِ ملفوظات: ہفتہ میں سات دن بوقتِ اشراق، مسجدِ فردوس، پشاور یونیورسٹی۔

۳۔مجلسِ ذکر: بروزِ اتوار مغرب تا عشاء، مدینہ مسجد، پشاور یونیورسٹی۔

۴۔مجلسِ ذکر: بروزِ پیر مغرب تا عشاء، مسجدِ نُور، فیز تھری، حیات آباد، پشاور۔

۵۔مجلسِ ذکر: بروزِ منگل مغرب تا عشاء، مسجدِ فردوس، پشاور یونیورسٹی۔

۶۔عورتوں کی مجلس: بروزِ ہفتہ عصر تا مغرب، حضرت مولانا اشرف صاحبؒ کے گھر، دھوبی گھاٹ، پشاور یونیورسٹی۔

۷۔جمعہ کا خطبہ: مدینہ مسجد، پشاور یونیورسٹی۔

۸۔ماہوار اجتماع: اس کے لئے تاریخ مقرر کی جاتی ہے۔اجتماع بروزِ ہفتہ مغرب سے شروع ہوکر بوقت چاشت اتوار کو ختم ہوتا ہے۔مہمانوں کے قیام وطعام کا بندوبست ادارہ کی طرف سے ہوتا ہے۔

۹۔رمضان: پہلے بیس دن ہر روز مغرب سے پہلے مدینہ مسجد، پشاور یونیورسٹی میں مجلسِ ذکر ہوتی ہے۔مہمانوں کا افطار ادارہ کی طرف سے ہوتا ہے۔آخری عشرہ میں تربیتی اعتکاف ہوتا ہے جس میں کثیر تعداد شرکت فرماتی ہے۔

۱۰۔موسمِ گرما کا اجتماع: موسمِ گرما میں شمالی علاقہ جات میں کسی ٹھنڈے مقام پر سالانہ اجتماع منعقد کیا جاتا ہے۔

(ڈاکٹر فدا محمد مد ظلہٗ)

☆☆☆☆☆☆☆